تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

مظالم اور اُسوۂ محمدی ﷺ

......اُسے جو سارے معززین سے معزز تر، سارے وجاہت والوں سے بڑھ کر وجیہ، اور سارے شریفوں سے اشرف تھا، ان کی بانوں سے جو ذلیلوں سے بڑھ کر ذلیل، گندگی میں اپنی آپ نظیر اور رذیلوں میں بھی ارذل تھے، اور جس جسد مبارک کو ادب و احترام سے مَس کرنا، نور کے بنے ہوئے فرشتوں کے لیے بھی باعث فخر و شرف تھا، اس کے ساتھ کیسی کیسی گستاخیاں اور درازدستیاں وہ جہنم کے کندے کر کے رہے جنہیں آگ میں جلنا اور آگ میں ملنا تھا، جسے آسمان والے نے "**محمد**" (ستودہ صفات - تعریف کیا گیا) بنا کر بھیجا تھا، گندہ ذہن زمینی مخلوق اس کے ساتھ کس طرح پیش آئی، کیا اسے جی بھر کر چڑھایا نہیں؟ طرح طرح کے آوازے نہیں کسے؟ ڈھیلے نہیں برسائے؟ ساقِ مبارک کو لہولہان نہیں کیا؟ کھانا پانی بند نہیں کیا؟ اور پھر اس ذات پاک ﷺ کے صبر میں، ہمت میں، استقامت و استقلال میں کس وقت، کس لمحہ، کس آن فرق پڑنے پایا ہے؟ ......ہے کوئی جو اس بڑی مثال کے سامنے اپنے کو پیش کر سکے؟ اس پہاڑ کے سامنے اپنے ریت کے گھروندے کو لائے؟ اس بے مثال، مثال کو سامنے رکھ کر ارشاد ہو، کہ کس نے دین کی راہ میں کیا پایا ہے؟ کیا سہا ہے؟ کیا کھویا، کیا لٹایا، کیا اٹھایا ہے؟

مظلومیت و غربت، بے کسی اور بے بسی، ہم پر، آپ پر، آج کسی درجہ میں طاری ہو، اُسوۂ محمدی سے بڑھ کر کون اسوہ ملے گا، تسکین و تسلّی کے لئے اس ذات کے سوا اور کہاں سامان نظر آئے گا؟

(ذکر رسول)

Rs.10/-

۲۵/مارچ ۲۰۰۸ء

Postal Regd. No.LW/NP/63/2006to2008
R. N. I. No. UP. Urd/2001/6071
Fortnightly
Vol. No. 45 Issue No. 09
Tameer-e-Hayat
Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07
Ph. Off: 0522-2740406
Fax: 0522- 2741221
E-mail: nadwa@sancharnet.in
10 March. 2008

Mobile: 09415786548
Phone: Shop. 0522-2274606
0522-2616731
Mohd. Akram Jewellers
محمد اکرم جویلرس

ایم۔ کے۔ ملک
Quba Awning
DEMOTENT
قبا اوننگ
مینوفیکچررس
ٹیرس اوننگ۔ونڈو اوننگ = ڈوم اوننگ
فکس اوننگ۔لان اوننگ۔ڈیموڈینٹ
سل کراسنگ گوری بازار۔سروجنی نگر کانپور روڈ۔لکھنؤ
Tel : 0522-2817580 - 9335236026 - 9839095795

New
Ph: 2266786
Sana Jewellers
ثنا جویلرس
Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad
۳۰۱/۱۷ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ۔۳
301/17, Srai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ
خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دوکان
ایک مرتبہ تشریف لا کر خدمت کا موقع دیں
تیار کردہ
اظہارسن پرفیومرس
اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج
IZHARSON PERFUMERS
H.O.: Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel.: 0522-2255257 Mobile: +91-9415009102
Branch: C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell.91-9415784932
E-mail: izharsonperfumers@yahoo.com

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845
Shop: 9415002532
2613736
3958875
سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑجھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ
پروپرائٹر محمد اسلم
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editor *Shamsul Haq Nadwi*, Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685
DESIGNED BY HAMID, DALIGANJ LUCKNOW. Mobile : 9889654027 - 9415769282

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِس شمارے میں

شعر وادب
رہنمایان ملت سے — مولانا محمد ثانی حسنی — ۲
اداریہ
ایمان اور غیرت کی آزمائش — نذرالحفیظ ندوی — ۳
میثاق ازل
ترجمان فرقان — ابوالامتیاز ع۔س۔ مسلم — ۵
اعجاز قرآنی
کلمات قرآنی کے اعجاز کے نمونے…… — ڈاکٹر عودۃ ابوعودۃ / محمد سمعان خلیفہ ندوی — ۷
داستان ایمان افروز
ہمارا ماضی اور حال — شمس الحق ندوی — ۸
سبق آموز
احادیث نبویہ میں خواتین کے کردار…… — مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری — ۱۱
اعلامیہ
دین پر استقامت۔ اتحاد امت — …………… — ۱۳
نقطۂ نظر
مدارس کے طلبہ سے ہندی زبان سیکھنے کی اپیل — ڈاکٹر ہارون رشید ندوی — ۱۶
شخصیت
مولانا عبدالماجد دریابادیؒ۔ صحافی، صحافی گر — نعیم الرحمن صدیقی — ۱۷
حالات حاضرہ
یونین بجٹ 09-2008 ایک عمومی جائزہ — انیس احمد ندوی — ۱۹
تجزیہ
فلسطین…… — سلمان نسیم ندوی — ۲۲
عالم اسلام
کسووا: یورپ کے قلب میں ایک اور مسلم ریاست …………… — ۲۵
فقہ وفتاویٰ
سوال وجواب — مفتی محمد ظفر عالم ندوی — ۲۶
خبر ونظر
عالمی خبریں — محمد فرمان ندوی — ۲۷
روداد
تین دن شہر رانچی میں…… — محمود حسن حسنی ندوی — ۲۸
وفیات
مولانا محمد صدیق ندوی۔ الحاج سید حسین حسنی — ادارہ — ۳۱
تعرف وتبصرہ
رسید کتب — م۔ح۔ح — ۳۲

پندرہ روزہ

تعمیرِ حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۴۵ — شمارہ نمبر ۱۰

۲۵؍مارچ ۲۰۰۸ء مطابق ۱۶؍ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی
(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی
(ناظر عام ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام — مولانا شمس الحق ندوی

مدیر مسئول — مولانا نذرالحفیظ ندوی

نائب مدیر — محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

● مولانا عبداللہ حسنی ندوی ● مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

● امین الدین شجاع الدین

سالانہ زر تعاون ۲۰۰/ —— فی شارہ ۱۰/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک کے لئے۔ ۴۰/ ڈالر

ڈرافٹ صرف تعمیر حیات کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء، لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat
P.O.Box No.93 Tagormarg, Badshah Bagh, Lucknow-7
E-mail: nadwa@sancharnet.in Ph: (0522) 2740406

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

آپ کے خریداری نمبر کے پاس اگر کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہٰذا جلدی زر تعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، اگر موبائل یا فون نمبر ہو تو اپنے شہر کے کوڈ نمبر کے ساتھ لکھئے۔ (منیجر تعمیر حیات)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس، نظیر آباد، لکھنؤ سے طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

(Hashmat Ali) Tameer-e-Hayat,Lko.

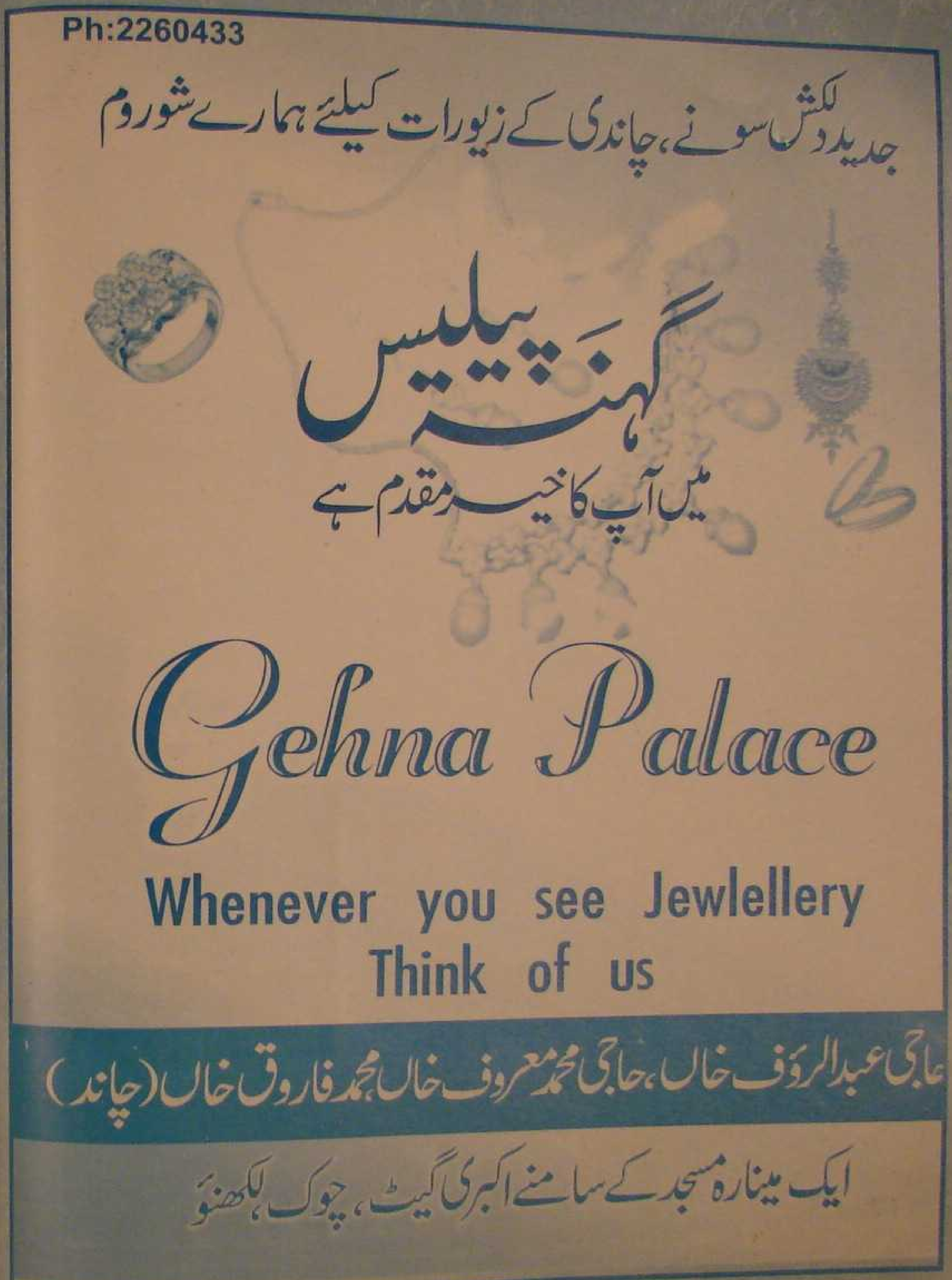

رھنمایانِ ملّت سے

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

قائدین ملک وملت رہنمایان کرام ☆ اک گزارش ہے مری آج آپ سے بااحترام
کیا کروں مجبور ہوں میں عرض کرنے کے لیے ☆ ہے زباں میری مگر ہے آرزوئے خاص وعام
آپ خود ملت کے درد وکرب سے بے چین ہیں ☆ اس لیے اس کی بقا کا ہے نہایت اہتمام
غور کرنے کے لیے ہیں سیکڑوں ہی مسئلے ☆ بے قرینہ ہوچکا ہے آج ملت کا نظام
ہے مزاج اس ملتِ مرحوم کا سب سے الگ ☆ دوسری قوموں سے بالکل ہے جدا اس کا مقام
ہے مسلمانوں کی امت امتِ خیرالامم ☆ اس کو حاصل ہے مبارک نسبت خیرالانام
ہے زباں پر جس کے ہردم اشہد ان لا الٰہ ☆ رہ نہیں سکتا کبھی بھی وہ من وتو کا غلام
بھیک مانگے غیر سے بن کر گدائے بے نوا ☆ مدتوں تک جو رہا ہے ساری قوموں کا امام
یہ ہے شاہیں اس کے حق میں خاکبازی مرگ ہے ☆ کرگسوں کی زندگی تاحشر ہے اس پر حرام
کیا کہوں اس کی متاع دین ودانش لٹ گئی ☆ کھوگئی تیغ خودی اور رہ گئی خالی نیام
ملت اسلام کا اب کارواں بے میر ہے ☆ لے قیادت کا علم بڑھ کر کوئی عالی مقام
ہے ضرورت آج ملت کو کلیمؑ طور کی ☆ جو ببانگ دہل اس کو لاتخف کا دے پیام
جو بھی کودے آتش نمرود میں مثلِ خلیلؑ ☆ اس کے ہی ہاتھوں میں ہوگی آج ملت کی زمام
حکمتیں بھی عام ہیں ہوش وخرد بھی عام ہے ☆ اس کی کوشش چاہئے ہو ”شیوۂ رندانہ عام“
زور حیدرؓ چاہئے اور فقر بوذرؓ چاہئے ☆ آج کی دنیا میں امت کا بنے گا جب ہی کام
ہے اگر پیش نظر پوری حقیقت آپ کے ☆ کامرانی لے قدم، میری دعا ہے صبح وشام

ہو مبارک آپ کا یہ مشورہ یہ اجتماع
اس مبارک کام کی برکت کو حاصل ہو دوام

ایمان اور غیرت کی آزمائش

نذرالحفیظ ندوی

جس وقت عالم اسلام پندرہویں صدی ہجری کا استقبال کررہا تھا، اس وقت اس کی امیدیں، آرزوئیں اور تمنائیں یہ تھیں کہ اب تاریک صدی کا خاتمہ ہوجائے گا اور امت مسلمہ کا مستقبل روشن اور تابناک ہوگا، اس روشن صدی میں نیا انقلاب آئے گا، تعمیر انسانیت کے نئے دور کا آغاز ہوگا، غیرت وحمیت، عزت وسربلندی اور گمشدہ قائدانہ حیثیت پھر بحال ہوگی اور مغربی عہد اقتدار میں انسانی دنیا کو جو غیر معمولی معنوی خسارے ہوئے تھے اس منحوس اور تاریک دور کا خاتمہ اور انسانیت کے سینے پر سوار کابوس ہمیشہ کے لیے اتر جائے گا، مسلمانوں کی یہ توقعات فطری تھیں، اس لیے کہ خون صد ہزار انجم کے بعد سحر اور طویل تاریک رات کے بعد آفتاب کا طلوع ہونا قانون فطرت ہے، اس کے قرائن بھی پائے جاتے تھے، یہ خام خیالی نہیں تھی، اس کے پس منظر میں نصف صدی سے زائد مدت کی دعوتی، علمی اور فکری محنت کے نتائج تھے جو نیک شگون اور حوصلہ مندی کے جذبات پیدا کررہے تھے حوصلہ مندی اور بہتر توقعات انسان کے اندر قوت عمل پیدا کرتی ہیں اور سینوں میں جدوجہد اور محنت ومشقت کی شمعیں فروزاں کرتی ہیں اس کے برعکس بدفالی اور بدشگونی سے انسان پست ہمت اور احساس کمتری کا شکار ہوجاتا ہے، اس کے اندر آگے بڑھنے کی جرأت ختم ہوجاتی ہے اور اس کی ساری صلاحیتیں ضائع ہوجاتی ہیں۔

مسلمانوں کا نئی صدی کی آمد سے نیک فال لینا کوئی حیرت اور انوکھی بات نہیں تھی اس لیے کہ اسلام ایسا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو بشارت اور خوش خبری سناتا ہے، اسلامی تصور میں امید ویقین کا پہلو یاس وناامیدی کے پہلوؤں پر غالب اور حاوی ہے۔ مردِ مسلم نومیدی کو زوال علم وعرفان سے تعبیر کرتا ہے، اس کی طبیعت میں عزم وحوصلہ اور جہد مسلسل ہی زندگی ہے، ناکامی ونامرادی سے وہ واقف نہیں، کیونکہ اگر آج وہ اپنے مقصد تک پہونچنے میں بظاہر ناکام رہا ہے لیکن حقیقت میں یہ اس کی کامیابی کی اصل اور بنیاد ہے، اسے امید ہی نہیں یقین کامل ہے کہ کل اس کی یہ جدوجہد ضرور رنگ لاکر رہے گی، اگر وہ خود نہیں تو اسکے بعد آنیوالی نسلیں اس کام کو پائے تکمیل تک پہونچا کر رہیں گی، کیونکہ اس کی تمام سرگرمیوں کا بنیادی مقصد رضائے الٰہی کا حصول ہے، اس سے اصل مطالبہ سعی وجدوجہد کا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی یہی ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ نبی سے کئے گئے سارے دعوے اور بشارتیں اس کی زندگی ہی میں پوری ہوجائیں، اس دنیا میں کامیابی وکامرانی نہیں ملی تو آخرت میں وہ ضرور کامیاب وبامراد ہوگا اور اپنی ساری جدوجہد کا ثمرہ اللہ تعالیٰ کے یہاں پائے گا، بنیادی شرط یہ ہے کہ اپنی اس جدوجہد میں اس کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین ہو اور اس کی رضا کی خاطر وہ سارے کام انجام دے۔ ”فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهٖ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ“۔

پس جو کوئی کرے کچھ نیک کام اور وہ رکھتا ہو ایمان، سو اکارت نہ کریں گے اس کی سعی کو اور ہم اس کو لکھ رہے ہیں (انبیاء:۱۲)

لہٰذا ایک مسلمان جو اپنے ایمان وعمل میں مخلص ہو وہ یاس وناامیدی کا شکار ہو ہی نہیں سکتا، چاہے ظلم وستم اور درندگی وسفاکی کی شب کتنی ہی طویل اور ہولناک کیوں نہ ہو، وہ ہمیشہ مرد درویش کی طرح تند وتیز طوفانوں میں اپنی امید کا چراغ ہر قیمت پر جلائے رکھتا ہے۔

ہوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش حق نے جسکو دیے ہیں انداز خسروانہ

یہاں تک کہ وہ موت سے ہمکنار ہوتے ہوتے بھی اس کی زبان پر جو جملہ رقص کر رہا ہوتا ہے وہ ہے فُزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ (رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا) یہی ایک مرد مومن کی نشانی ہے، پھر ایک مسلمان کیسے مایوس و ناامید ہو سکتا ہے۔

چودھویں صدی ہجری میں عالم اسلام کو جن غیر معمولی آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑا ان میں ایک استعمار کے چنگل سے نکل کر دوسرے استعمار کے فولادی زنجیروں میں جکڑنا تھا، پہلی سامراجیت فوجی اور عسکری تھی تو دوسری فکری، تمدنی اور اقتصادی تھی، استعماری طاقتوں کی جو ہم نوا اور پٹھو حکومتیں تھیں اُنھیں ان پر مسلط کر دیا گیا، عالم عربی کی نام نہاد جمہوری حکومتوں نے انسانی لیاقتوں اور صلاحیتوں کو ضائع کر کے جیلوں اور قید خانوں کو آباد کیا اور انھوں نے بڑی بے دردی سے استعماری مقاصد کی تکمیل میں اپنے ملکوں کے سارے وسائل جھونک دیے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امت مسلمہ ترقی پذیر ممالک میں ناگفتہ بہ صورت حال سے دوچار ہو گئی، مسلسل سیاسی اور فوجی انقلابات نے اندر سے ان ملکوں کو کھوکھلا کر دیا، یہ ظالم طاقتیں خود آپس میں برسرپیکار ہو گئیں، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کو اپنی فریب خوردگی کا احساس ہوا اور عوام کے نام پر قائم ہونے والی تنظیموں کا پردہ فاش ہوا اور اس کی ظالمانہ اور غاصبانہ گرفت ڈھیلی پڑیں، اس کے ہی حالات کے دھارے کو بدلنے کا انہیں احساس ہوا، نئے انداز سے تعمیری اقدام کی خاطر نئی تحریکیں اٹھ کھڑی ہوئیں یہی احساس اور شعور اسلامی بیداری کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔

گھات میں لگی ہوئی مخالف طاقتوں نے بھانپ لیا کہ یہ احساس روز افزوں ہے اور اس کا رخ ٹھوس کارروائی کی طرف ہے، اگر اس کو فوراً نہ کچلا گیا تو کل یہ تاریخ کے دھارے کو یکسر بدل سکتا ہے، عالم اسلام کے رجحانات و خیالات کو تبدیل کر کے اسلامی رنگ میں رنگ سکتا ہے، ان ہی اندیشوں کو سامنے رکھ کر یورپ نے اسلامی طاقتوں کو نیست و نابود کرنے کے نئے نئے منصوبے بنائے، یہ وہ زمانہ ہے جس میں اسلامی تحریک فروغ پا رہی تھی اس مقصد سے قائم شدہ تنظیمیں اس کے ساتھ محبت اور سلوک کا برتاؤ کرتیں اور بڑی حد تک امداد و تعاون بھی کرتیں، ان کی کوشش تھی کہ اس کے ساتھ دوستانہ روابط قائم کر لئے جائیں، اس تعاون کے نتیجہ میں بعض ایسے واقعات پیش آئے جن سے بعض اعتبار سے حکومتوں اور عوام کے درمیان نیز عالم اسلام کی مختلف حکومتوں کے درمیان اتحاد و اتفاق اور امداد و تعاون کی آفاقیت اور اس کی وسعت کو فروغ ہوا، لیکن مغربی طاقتوں کو یہ کب گوارا تھا کہ مسلمانوں کے اندر اتحاد کا عالمگیر جذبہ پیدا ہو، چنانچہ اس نے متعدد ایسے حربے استعمال کیے جن سے یہ اتحاد پارہ پارہ ہو گیا اور امت دوبارہ تفرقہ کا شکار ہو گئی، ایک حربہ یہ تھا کہ فکری اور سیاسی مسائل کو ابھارا جائے، عوام کی طاقت کو دینی غیرت کے نام پر بار بار مشتعل کیا جائے، نوجوان طلبہ کو اشتعال دلا کر ان کی صلاحیتوں کا رخ تخریب کی طرف موڑ دیا جائے، دینی تحریکوں پر دہشت گردی کے بے جا الزامات لگائے گئے تاکہ ان کی پرامن اور تعمیری جدوجہد کا دھارا یکسر تبدیل کر دیا جائے، ان کے قائدین اور سیاسی قیادتوں کے درمیان نفسیاتی رکاوٹ پیدا کر کے شکوک و شبہات میں انہیں مبتلا کر دیا جائے، دوسری طرف دینی قیادتوں کے درمیان شکوک و شبہات پیدا کر دیئے جائیں تاکہ یہ جماعتیں انتشار اور خانہ جنگی کا شکار ہو جائیں، اس کے ساتھ مسلم حکومتوں کو بھی ایک دوسرے کے ساتھ لڑا کر ان ملکوں کے مادی وسائل اور بیش قیمت انسانی سرمایہ کو تباہ و برباد کر دیا جائے کہ وہ اپنے پاؤں پر دوبارہ کھڑے نہ ہو سکیں، عراق و ایران کی جنگ، پھر کویت پر عراق کا قبضہ، پہلے مرحلہ میں افغانستان کی خانہ جنگی، صومالیہ کی خانہ جنگی، پھر ایتھوپیا کے ذریعہ اس پر فوجی یورش، بوسنیا کے مسلمانوں کی نسل کشی، سوڈان کو ترقی کے میدان سے ہٹا کر دارفور کے دلدل میں پھنسانا، پھر خلیجی جنگ نے (عالم عربی) کے سوتوں کو خشک کر دیا، اس سے بھی بات نہیں بنی تو نائن الیون کا ڈرامہ اسٹیج کر کے بڑی ڈھٹائی سے افغانستان اور عراق پر قبضہ کرنے کے لیے مغربی استعمار نے اپنے سارے وسائل جھونک دیئے، اسی کے ساتھ اسلامی غیرت و حمیت کو چیلنج کرنے والے اور دینی تقدس و عظمت کی طرف سے بے اعتمادی پیدا کرنے والے علمی مباحث اٹھائے گئے اور یہ کام سلمان رشدی اور تسلیمہ نسرین جیسے گمراہ اور منحرف اور پیشہ ور اہل قلم نے انجام دیا، مسلمانوں کی ذلت و اہانت کو ثابت کرنے کے لیے تجارتی کمپنیوں، فلموں اور اخبارات و رسائل کے ذریعہ جو ساز و سامان تیار کئے گئے نیز اہانت آمیز کارٹون تیار کر کے مسلمانانِ عالم کے دینی احساسات کو زخم لگانا، یہ تو مستقل تحریک کی شکل اختیار کر گئی ہے......

(جاری)

ترجمان فرقان

ابوالامتیاز ع س مسلم

باری تعالیٰ نے لمحۂ ازل میں آدمؑ کو شرفِ آدمیت اور خلافتِ ارضی سے نوازا تو بہ کمال رحمت، مکمل اور ابدی ہدایت کا وعدہ فرمایا: ﴿فاما یاتینکم منی هدی فمن تبع هدای فلاخوف علیهم ولاهم یحزنون﴾ (بقرہ:۳۸) ''پس اگر تمہیں میری جانب سے ہدایت پہنچے (اور وہ یقیناً پہنچے گی) تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا سو ان کے لیے کوئی خوف نہ ہوگا اور نہ ہی وہ (کسی خطرہ یا تشویش کے باعث) غمگین ہوں گے''۔

اس لطف خاص کے باوصف اس کی مزید تقویتِ قلب اور استقلال و عزیمت کی استواری کے لیے بار بار یقین دہانی کرائی گئی: ﴿فاما یاتینکم منی هدیً فمن اتبع هدای فلایضل ولایشقیٰ﴾ (طٰہٰ:۱۲۳) ''پھر اگر تم کو میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے (اور وہ بالیقین پہنچے گی) تو جو بھی میری ہدایت کی پیروی کرے گا وہ نہ (دنیا میں) گمراہ ہوگا اور نہ (آخرت میں) محروم اجر رہے گا (بلکہ وہ میری بخشش سے فیض یاب ہوگا)''۔

یہی نہیں بلکہ بندے کو شرفِ انسانی سے بہرہ ور کرنے کے بعد، اُسے کامیابی و کامرانی کی طرف مہمیز کرنے کے لیے، اس ارحم الراحمین نے اپنے وفورِ رحمت سے اس یک طرفہ عہد کو ایک میثاق میں منضبط کر کے اس کے خمیر میں رکھ دیا تاکہ اس عالم ناسوت میں بھی ضربِ ضمیر سے اس کی یاددہانی ہوتی رہے اور وہ دوسری غیر مکلف مخلوق کی طرح مجبورِ محض نہ رہ جائے، بلکہ اپنے عقل و اختیار اور وجدان و عرفان کے باعث اس پر عامل ہونے اور سب پر اپنا شرف ثابت کرنے پر قادر ہو۔ چنانچہ اس جوہر کے اثبات کے لیے اس نے اولادِ آدمؑ کی تمام روحوں سے سوال کیا:

''الست بربکم'' (اعراف:۱۷۲) ''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں!'' تو سب نے بیک زبان اقرار کیا۔

﴿قالوا بلیٰ، شهدنا﴾ (اعراف:۱۷۲) ''ہاں (ہم اقرار کرتے ہیں کہ) تو ہی ہمارا رب ہے، (اور) ہم اس کی گواہی دیتے ہیں''۔ ''شهدنا'' کو خود باری تعالیٰ کی طرف بھی منسوب کیا گیا ہے۔ اس صورت میں ترجمہ ہوگا ''(اللہ نے فرمایا کہ) ہم (بھی) اس کی گواہی دیتے ہیں''۔ اس طرح دُہری شہادت ہو گئی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو پابند کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ان تقولوا یوم القیٰمة انا کنا عن هذا غفلین﴾ (اعراف:۱۷۲) ''(یہ اس لیے) کہ کہیں تم قیامت کے دن یہ نہ کہو کہ ہم اس (عقیدۂ توحید اور عہدِ ربوبیت) سے بے خبر تھے''۔

گویا اللہ تعالیٰ نے رحمت و شفقت فراواں سے انسان کو ابتدائے آفرینش ہی سے اُس جوہر سے بہرہ ور کر دیا اور عالم ناسوت میں قدم رکھنے سے پہلے ہی اپنے خالق کی الوہیت و ربوبیت پر ایمان اس کی گھٹی میں رچ بس گیا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ ''ہر بچہ فطرت (یعنی اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اُسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں......''۔ (حدیث نمبر ۱۸۸۰، صحیح بخاری، جلد ۲، ص ۷۰۴، بہ روایت ابوہریرہؓ)۔ اب بلوغت کے بعد وہ اس امر کا مکلف ہے کہ وہ اپنی فطرت کی طرف لوٹے اور اپنے رب کے سامنے سجدہ ریز ہو کر اپنی عبدیت و عبودیت کا اظہار کرے اور اس کی توحید، حمد اور بڑائی بیان کرے۔

یہ الگ بات ہے کہ وہ بوجوہ اپنے ضمیر کی رہنمائی کا صحیح عرفان نہ کر پائے اور خیال و واہمے سے لے کر تماثیل و اصنام، سورج، چاند، ستاروں بلکہ سمتوں اور حشرات الارض، حیوانات اور جن و انس کے سامنے سجدہ ریز ہونے لگے۔

بایں ہمہ اس بنیادی میثاق کے باوصف اللہ اپنے لطف و کرم سے اس عالم ہستی میں بھی اپنے بندوں کو اس عہد کی یاددہانی کراتا رہتا ہے، مثلاً: ''اور کیا سبب ہے کہ تم اللہ پر یقین کامل نہیں رکھتے درآنحالیکہ رسول تمہیں دعوت دے رہے ہیں (اور تم ان سے عہد بھی کر چکے ہو جیسے ہجرت سے تقریباً چودہ ماہ قبل منیٰ کے قریب اور کچھ عرصہ بعد پھر بیعت عقبہ اور بالخصوص بیعت الرضوان وغیرہ) کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان (مضبوط) رکھو۔ اور (اللہ خود) تم سے (یوم الست کو) اقرار لے چکا ہے اگر تم مومن ہو''۔ (حدید۔۸)

اس عہد ہدایت اور میثاق ازل کی روشنی میں اس نے اپنی حکمت عالیہ کے تحت وقتاً فوقتاً اور کبھی پے درپے انبیاء و مرسلین مبعوث فرمائے۔ ان کو وحی ہدایت اور صحائف و کتب سے لیس کر کے معجزات و دلائل سے مسلح کیا تاکہ لوگوں پر اتمام حجت ہو جائے اور کسی شک و شبہ یا حیلہ و عذر کی گنجائش نہ رہے، مختلف صحائف و کتب اور توریت و انجیل اسی سلسلے کی کڑیاں تھیں۔

یہ سلسلہ رشد و ہدایت نوع انسانی کے معاشرتی، نیز ذہنی، علمی، روحانی اور حکمت و دانش کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ہزاروں صدیوں تک مختلف اقوام اور سرزمینوں میں ان کے خصوصی حالات کے مطابق الگ الگ جاری رہا۔ قدرتی عوامل، مرورِ زمانہ اور فطری انسانی کمزوریوں کے باعث اس میں اتار چڑھاؤ آتے رہے، لیکن باری تعالیٰ کی رحمت

فراواں سے وقتاً فوقتاً اس کی تجدید ہوتی رہی حتی کہ تکمیل دین کا مرحلہ آن پہنچا اور اس کی مشیت علانے نبی آخر الزماں، ختم رسل، سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام بنی نوع انسان کو ایک وحدت کی لڑی میں پروتے ہوئے اپنے ازلی وابدی پیغام ہدایت......قرآن کریم......کے ساتھ مبعوث فرمایا۔

اللہ تعالیٰ زمین، آسمانوں اور کل کائنات کا خالق اور مالک مطلق ہے۔ اس کی ذات واحد ولاشریک ہے۔ ﴿سبحن الله عما يشركون﴾ (حشر:۲۳) اللہ برتر و پاک ہے اس سے کہ لوگ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں"۔ اسے اپنی شان وحدانیت پر ناز ہے جس کا اظہار اس نے اپنی آخری کتاب "قرآن کریم" میں جابجا فرمایا ہے "ليس كمثله شئى" (شوریٰ:۱۱) کوئی شئے اس کے مثل نہیں۔ وہ اس امر میں اتنا حساس ہے کہ اس کی ذات وصفات میں غیر اللہ کو شریک کرنا ناقابل معافی معصیت ہے: "اللہ ہرگز معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، لیکن وہ اس کے علاوہ جس کو چاہے معاف کردے گا"۔ (نساء:۴۸)

یوں تو پورا قرآن کریم اس کی توحید وتوصیف سے معمور ہے لیکن آیۃ الکرسی میں جس کمال اعجاز سے یہ بیان ہوا ہے وہ اپنی نظیر آپ ہے:

﴿الله لا اله الا هو، الحى القيوم، لا تاخذه سنة ولا نوم، له مافى السموات ومافى الارض، من ذاالذى يشفع عنده الا باذنه، يعلم ما بين ايديهم وماخلفهم، ولايحيطون بشئى من علمه الا بماشاء، وسع كرسيه السموات والارض، ولايوده حفظهما، وهو العلى العظيم﴾ (بقرہ:۲۵۵)

"اللہ (وہ ہے کہ) اس کے سوا کوئی سزاوار عبادت نہیں۔ وہ (ازلی وابدی) زندہ جاوید ہے۔ (اپنی ذات سے) قائم ودائم ہے۔ اسے نہ اونگھ آسکتی ہے نہ نیند (وہ دائم بیدار، ہمہ خبردار ہے)، زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے (سب) اسی کی ملکیت ہے (کوئی اس کا شریک نہیں)۔ کون ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرسکے! مخلوقات کے آگے یا پیچھے جو کچھ (بھی) ہے وہ سب جانتا ہے۔ وہ اس کے علم کا (قطعاً) احاطہ نہیں کرسکتے سوائے اس کے جو وہ چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین (سب) پر وسیع ہے، اور اس پر ان کی نگرانی ذرا بھی گراں نہیں، اور وہ عالی شان ہے، عظیم الشان ہے"۔

اور سورۂ اخلاص تو وہ حرفِ آخر ہے کہ انسان کے لیے اس سے آگے کچھ کہنا ناممکن ہے:

"آپ کہہ دیجئے کہ اللہ واحد (ویکتا) ہے۔ اللہ (کامل ومطلق اور ازلی وابدی) بے نیاز ہے۔ اس کے کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے، اور کوئی اس کے برابر کا (یا جوڑ یا شریک) نہیں"۔

وہ اپنی ہدایت موعودہ ازل کو نور سے تعبیر کرتا ہے جس کی روشنی میں اس کے بندے اس کے بتائے ہوئے راستے پر بلاخوف وخطر اپنی منزل دنیوی واخروی پر گام زن ہوسکیں۔ چنانچہ تمام صحائف اور توریت وانجیل بھی نورِ ہدایت ہی کہلائیں۔ تاہم جب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری ودائمی ہدایت دے کر مبعوث کیا تو ان کے مرتبے اور اہمیت کے لحاظ سے اعلانِ خصوصی کا اہتمام فرمایا:

﴿يناهل الكتب قد جائكم رسولنا يبين لكم كثيراً مما كنتم تخفون من الكتب ويعفوا عن كثير، قد جائكم من الله نور وكتب مبين﴾ (مائدہ:۱۵) "اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارے (جو) رسول آئے ہیں یہ تمہارے سامنے (وہ مضامین بھی) کثرت سے کھول دیتے ہیں، جنہیں تم (اپنی اپنی) الہامی کتاب میں (سے) اخفاء کرتے رہے ہو، حالانکہ وہ (رسول ان میں سے) بہت سے (غیر ضروری) امور سے (تمہاری ندامت اور خجلت کے خیال سے) صرف نظر (بھی) کرجاتے ہیں۔ بے شک (اب) تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور اور واضح (آسان وخود فہم) کتاب آچکی ہے"۔ (جس کی تقلید ابدی ہے)

جیسا کہ ظاہر ہے، "نور" کی یہ اصطلاح نہ صرف کتاب مبین "قرآن کریم" کے لیے استعمال ہوئی بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات کے لیے بھی---آپ کی عظمت ورفعت شان کا کیا کہنا کہ اس ذات ملک القدوس نے جو تمام کائنات بہ شمول جن وانس، انبیاء ومرسلین اور آسمانوں اور زمین کا خالق ومالکِ مطلق ہے اپنے عبدِ خاص کے لیے بھی "نور" کی وہی تمثیل بیان کی جو اس نے اپنی ذات کے لیے مخصوص کر رکھی ہے:

﴿الله نور السموٰت والارض، مثل نوره كمشكوٰة فيها مصباح، المصباح فى زجاجة، الزجاجة كانها كوكب درى يوقد من شجرة مبركة زيتونة لاشرقية ولاغربية يكاد زيتها يضئى، ولولم تمسسه نار، نور على نور، يهدى الله لنوره من يشآء، ويضرب الله الامثال للناس، والله بكل شئى عليم﴾ (نور:۳۵) "اللہ (ہی) آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق ہے، اس میں ایک چراغ ہے، چراغ قندیل میں ہے، قندیل گویا ایک چمکدار ستارہ ہے، چراغ روشن کیا جاتا ہے ایک نہایت مبارک درخت زیتون سے، نہ اس کا (کوئی) مشرق ہے نہ (ہی) مغرب (وہ محیط کل ہے)۔ اس کا تیل نہایت درخشندہ (ونوربار) ہے اگرچہ آگ اسے نہ بھی چھوئے۔ نور علیٰ نور (نور ہی نور) ہے، اللہ اپنے اس نور تک جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے (یہ) مثالیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر شئے کا خوب جاننے والا ہے"۔

نور علیٰ نور: آسان فہمی کے لیے خاندانی بود وباش کے لطیف رموز پر مبنی نور کی یہ عظیم الشان تمثیل، اسرار روحانی کی تہہ در تہہ...... (بقیہ صفحہ ۱۰ پر)

کلمات قرآنی کے اعجاز کے نمونے: ایک لغوی جائزہ

﴿هل أتى على الانسان حين من الدهر﴾

دکتور عودة ابوعودة

قرآن کریم کے اعجاز کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ وہ نہ صرف عربوں کی بول چال کی زبان میں اترا بلکہ ان کی زبان میں ان کے لغوی استعمالات اور ان کے کلام کی ان ترکیبوں کے ساتھ اترا جو ان کی زبان میں جاری وساری تھیں، البتہ اسی زبان میں اور انہی ترکیبات میں قرآن نے وہ لغوی عناصر رکھ دیئے جو معنی کی ادائیگی میں غیر معمولی اور حیرت انگیز اثر پیدا کرتے ہیں اور وہ بھی اس طرح کہ کسی بھی انسان کے بس کی بات نہیں کہ اس جیسے کلام کا نمونہ پیش کرسکے، لیکن انسان اپنی عقل وفہم کے کچھ فرق اور تفاوت کے ساتھ آیاتِ قرآنی پر غور وفکر اور ان کے گہرے مطالعہ کے نتیجہ میں ان لغوی استعمالات اور ان کے معانی کی تہوں تک کچھ حد تک رسائی پاسکتے ہیں اور یہ اسرار ان پر کچھ آشکارہ ہوسکتے ہیں۔ انہی لغوی استعمالات کا ایک پرتو ہمیں اس آیت میں بھی نظر آتا ہے ﴿هل أتى على الانسان حين من الدهر لم يكن شيئاً مذكورا﴾ (الدھر:۱) (لامحدود) زمانے میں کوئی وقت انسان پر ایسا بھی گزرا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا"۔

مفسرین نے آیت کے شروع میں اس استفہام کا راز جاننے کی کوشش کی اور اس کا جواب دینے میں مشغول ہوئے، کسی نے کہا کہ یہاں پر "ھل" استفہامیہ ہے جو اثبات کے لیے آیا ہے یعنی سامنے والے کو یہ بتانا مقصود ہے کہ انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے جس میں وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا۔ کوئی مفسر کہتا ہے کہ "ھل" یہاں "قد" کے معنی میں ہے جو تقریب زمانی یعنی ماضی کو حال سے قریب کرنے کے لیے آتا ہے جیسے مثال کے طور پر کسی کا انتظار ہو رہا ہو اور وہ ابھی تک پہنچا نہ ہو تو عرب اس موقع پر کہتے ہیں: (قد وصل) یعنی وہ پہونچنے کے قریب ہے، بس وہ پہنچا چاہتا ہے، اور کسی مفسر نے فرمایا کہ "ھل" یہاں تحقیق کے لیے آیا ہے یعنی بالتاکید حقیقت میں انسان پر ایک ایسا زمانہ گزرا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔ "ھل" کے یہی آخری معنی یہاں آیت قرآنی کے سیاق کے ساتھ بھی ہم آہنگ ہو رہے ہیں اور ان جیسے موقعوں پر عربوں کے لغوی استعمالات کے ساتھ بھی "ھل" کلام عرب میں "قد" کے معنی میں آتا ہے لیکن یہاں پر اس معنی میں جب آپ نے اس کو استعمال کیا تو دلالت اور ترکیب میں ایسی دقت اور گہرائی کے نقوش آپ کو نظر آئیں گے جو صرف "قد" کے استعمال میں سامنے نہ آتے۔

ھرم بن سنان اور حارث بن عوف جب مقتولین کا خوں بہا دینے پر رضامند ہوگئے تو ان کی وساطت کے بعد جب قبیلہ اسد وغطفان اور بنوذبیان نے آپس میں جنگ بندی کا معاہدہ کیا تو ان قبائل کے حلیفوں کو مخاطب کرتے ہوئے زہیر بن ابی سلمٰی کہتا ہے:

الا أبلغ الأحلاف عنى رسالة
وذبيان هل أقسمتم كل مقسم

ترجمہ: سنو! میرا یہ پیغام حلیفوں کو اور قبیلہ بنوذبیان کو پہنچا دو کہ کیا واقعی تم نے پوری طرح قسمیں کھالیں، یعنی پوری طرح قسمیں دے کر کیا واقعی تم لوگ اس پر تیار ہوگئے کہ اب وعدہ خلافی نہ کروگے، یہ ایسا موقع ہے کہ یہاں سوال اور اندازہ لگانا مقصود نہیں بلکہ بات کو محقق ومؤکد کرنا اور محکم وپختہ کرنا مقصود ہے۔

اسی طرح جریر جب اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان کی تعریف میں قصیدہ کہتا ہے تو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو تعریض کا نشانہ بناتے ہوئے کہتا ہے، جب کہ عبداللہ بن زبیرؓ نے جن کی کنیت ابوخبیب تھی مکہ میں عبدالملک کے خلاف خروج کیا تھا تو عبدالملک نے آپ کی طرف حجاج کو بھیجا تھا جس نے آپ کو شہید کردیا۔ جریر تعریض کرتے ہوئے کہتا ہے:

دعوت الملحدين أبا خبيب
جماحاً هل شفيت من الجماح

ترجمہ: ابوخبیب! تم نے بے قابو ہوکر باغیوں کو اپنے پاس بلایا! اس طرح بے قابو ہوکر کیا تمہارے دل کو تسکین ہوگئی؟ یعنی آپ نے اپنی طرف سے دشمنی کا اظہار کرتے ہوئے خلافت کے خلاف خروج کرنے والوں کو اکٹھا کیا تو اب آپ کو اس دشمنی سے کیا پوری طرح تسلی ہوگئی!

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ شعر تحقیق وتاکید کا مفہوم رکھتا ہے۔ جس کے اندر دشمن پر ہنسنے اور تسکین حاصل کرنے کے معنی کی آمیزش ہے۔ اور یہ وہ مفہوم ہے جسے "ھل" ادا کر رہا ہے، اور اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔ جتنا لفظ "قد" ادا کر پاتا۔

ہم لوگوں کے یہاں بھی اپنی روزمرہ کی بول چال میں اس طرح کے لغوی استعمالات ہیں، مثلاً اپنے گھر میں کسی کے انتظار میں ہم بیٹھے ہوں اور وہ شخص آجائے تو ہم اس سے...... (بقیہ صفحہ ۱۲ پر)

داستان ایمان افروز

ہمارا ماضی اور حال

شمس الحق ندوی

دنیا کی دیگر اقوام نے اپنی تاریخ خود سے گھڑی ہے اور اس کے لیے فرضی ہیرو تیار کئے ہیں، اشخاص وافسانے تیار کئے ہیں مگر ہماری تاریخ حقیقت وواقعہ ہے۔ ہماری تاریخ ایسے بے شمار انسانیت دوست اور شیر دل افراد سے بھری پڑی ہے کہ دنیا کی دوسری اقوام ویسے چند افراد پیش کرنے سے قاصر ہیں، ہماری تاریخ میں ایسے تابندہ ودرخشاں نقوش ہیں جو مردوں کی مسیحائی کرتے ہیں، انسان کے تنِ مردہ میں جان ڈال دیتے ہیں، اس لیے کہ ان میں صلاح وخیر ہے اعتماد وخودداری ہے، روح وحقیقت ہے نہ کہ داستان سرائی وافسانہ سازی۔

ابن عساکر اور دیگر مؤرخین نے لکھا ہے کہ جب رومی لشکر اسلامی فوجوں کے سامنے شکست کھانے لگے تو ہرقل بہت گھبرایا اور اپنے ملک کے عقلاء اور بڑے بڑے لوگوں کو بلا کر ان سے کہنے لگا کہ تم پر تف ہے! کیا یہ لوگ جو تم سے لڑ رہے ہیں وہ تمہارے ہی جیسے انسان ہیں؟ ہرقل کی باتیں سن کر ان لوگوں نے جواب دیا کہ جی ہاں! ہیں تو ہمارے ہی جیسے انسان، پھر اس نے پوچھا: کیا وہ زیادہ ہیں یا تم لوگ؟ اس وقت ان لوگوں نے جواب دیا کہ ہم لوگ ان سے ہر حیثیت سے زیادہ ہیں۔ ہرقل نے کہا: پھر کیا بات ہے کہ جب بھی تم ان سے لڑتے ہو شکست کھا جاتے ہو؟ ہرقل کی بات سن کر ان لوگوں نے جھنجھلا کر سر جھکا لیا۔ لیکن ان سربرآوردہ لوگوں میں سے ایک بوڑھے شخص نے ہمت کی اور ہرقل سے کہا: حضور! کیا آپ واقعی اس کا سبب معلوم کرنا چاہتے ہیں؟ اس بوڑھے نے کہا:

وہ ہم پر اس لیے غالب آجاتے ہیں کہ رات کو تو عبادت گزار ہوتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں اور دن میں روزے رکھتے ہیں، وہ جو وعدہ کرتے ہیں اس کو پورا کرتے ہیں، بھلائی کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں، آپس میں ایک دوسرے کے بہی خواہ ہوتے ہیں، بغیر کسی مقدمہ وعدالت کے ایک دوسرے کے ساتھ انصاف کرتے ہیں اور ہمارا یہ حال ہے کہ ہم شراب پیتے ہیں، زنا کرتے ہیں، حرام کام کرتے ہیں، جو عہد کرتے ہیں اس کو پورا نہیں کرتے، ہم غریب ومحتاج پر غصہ ہوتے ہیں اور اس پر ظلم کرتے ہیں، خدا کو ناراض کرنے والی باتوں کا حکم دیتے ہیں اور اس کو خوش کرنے والی باتوں سے روکتے ہیں، ہم زمین میں فساد وبگاڑ پیدا کرتے ہیں۔

اس بوڑھے کی باتوں کو سن کر ہرقل نے کہا: تم ٹھیک کہتے ہو، ہرقل نے ایک دوسرے شخص سے جو کچھ دنوں مسلمانوں کے پاس قید رہا تھا، کہا: تم ان لوگوں (یعنی مسلمانوں) کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے لوگ ہیں؟ تم نے وہاں کیا دیکھا؟ اس قیدی نے کہا:

''ہم ان کے شب وروز کا تمہارے سامنے ایسا نقشہ کھینچیں گے جیسے تم انہیں دیکھ رہے ہو، وہ دن میں شہسوار اور رات میں عبادت گزار ہوتے ہیں، اپنی امان میں رہنے والوں سے خریدے بغیر کوئی چیز نہیں کھاتے، جب کسی کے پاس جاتے ہیں تو سلام کئے بغیر اس کے پاس نہیں جاتے، جن لوگوں سے جنگ کرتے ہیں اس طرح جم کر کرتے ہیں کہ انہیں شکستِ فاش دے دیتے ہیں''۔

اس قیدی نے جس نے مسلمانوں کو بہت قریب سے دیکھا تھا، ہرقل کے سامنے ان کا ایسا نقشہ کھینچا کہ وہ حیران وششدر رہ گیا، اس پر ایسا خوف وہراس طاری ہوگیا کہ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں، ڈر کے مارے قدم اٹھانا مشکل ہوگیا، کلیجہ تھام کر بیٹھ گیا، وہ اپنی قوت ادراک سے یہ سمجھ گیا کہ ایسے لوگ کبھی شکست نہیں کھا سکتے، رومی لشکروں کے جتھے ان کے سامنے ٹک نہیں سکتے۔

چنانچہ اس نے اس قیدی سے کہا کہ تم نے جو اوصاف بیان کئے اگر وہ صحیح ہیں تو ایک دن وہ ہمارے تخت وتاج پر قبضہ کرکے رہیں گے۔ پھر جب رومیوں کو شکستوں پر شکستیں ہوئیں تو ایک دن وہ ملک شام کے ایک ٹیلہ پر کھڑا ہوا اور شام کو خیرباد کہتے ہوئے اس نے کہا: سوریہ! تجھے میرا آخری سلام! جس کے بعد پھر تجھ سے ملنا نہ ہوگا۔ الوداع! اے سوریہ! الوداع! آج کے بعد جو رومی بھی یہاں آئے گا، خوفزدہ وحواس باختہ ہوگا۔

مسلمانوں نے اپنے اخلاق سے دنیا کو فتح کیا تھا۔ اس قوم کے حالات عجیب وغریب ہیں جس نے اپنے خدا سے مدد مانگی اور مضبوطی کے ساتھ اسلامی قدروں پر قائم رہی۔ اس نے دنیا کو اپنے ہتھیار وقوت سے فتح کرنے سے قبل اس کو اخلاق جمیلہ اور عادات حمیدہ سے فتح کیا، وہ ملکوں کے قلعوں میں داخل ہونے اور شہر پناہوں کو توڑنے سے پہلے وہاں کے باشندوں کے دلوں میں داخل ہوئی، سارے عالم میں ان کا ڈنکا بجنے لگا اور روئے زمین پر رہنے والی قومیں اور بادشاہ ان سے خوفزدہ ہوگئے۔

جب مسلمانوں نے کسریٰ کے شہروں کو فتح کرلیا اور عرب بہادر سرزمین عجم میں داخل ہوگئے تو ان کے بادشاہ یزدگرد نے چینی بادشاہ کے پاس اپنا قاصد بھیجا اور اس سے عربوں کے خلاف مدد طلب کی، اس وقت بادشاہوں کا یہ دستور تھا کہ نازک موقع پر ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کی مدد کرتا تھا۔ یزدگرد کا یہ قاصد جب چین سے واپس ہوا تو ہدایا وتحائف سے لدا پھندا واپس ہوا اور یزدگرد سے کہا کہ بادشاہ چین نے مجھ سے ان لوگوں کے حالات پوچھے جو ہمارے ملک پر قابض ہوگئے ہیں، جب میں نے ان کو تفصیلات بتائیں تو انہوں نے کہا کہ تم ان کی تعداد کم اور اپنی زیادہ بتاتے ہو، اتنی کم تعداد اتنی زبردست تعداد پر تو اسی وقت غالب آسکتی ہے جب ان میں خوبیاں ہوں اور تم میں برائیاں اور خرابیاں ہوں۔ میں نے عرض کیا: آپ مزید کچھ پوچھنا چاہیں تو پوچھیں، میں آپ کو بتاؤں گا، تب شاہ چین نے کہا: کیا وہ عہد کرنے کے بعد عہد پورا کرتے ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں! پھر اس نے پوچھا کہ وہ لوگ تم سے لڑنے سے پہلے تم لوگوں سے کیا کہتے ہیں؟ میں نے بتایا کہ وہ تین باتوں میں سے کوئی ایک بات منظور کرنے کو کہتے ہیں، پہلی بات تو یہ کہ ہم ان کے دین کی پیروی کریں، اگر ہم اس کو مان لیں تو وہ ہم کو اپنے ہی طریقے پر چلاتے ہیں اور پھر ہمارے بھی وہی حقوق ہوں گے جو ان کے ہیں، اور ہم پر بھی وہی ذمہ داری ہوگی جو ان پر ہے، دوسری بات یہ کہ جزیہ دیں، یہ بھی منظور نہ ہو تو پھر جنگ کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے پوچھا کہ اپنے سرداروں کی اطاعت کے معاملے میں وہ کیسے ہیں؟ میں نے جواب دیا کہ کوئی قوم اپنے ہادی ورہبر کی اطاعت کی جو بہتر سے بہتر مثال پیش کرسکتی ہے وہ اس طرح اپنے امیر کی اطاعت کرتے ہیں، پھر بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کن چیزوں کو حلال سمجھتے ہیں اور کن چیزوں کو حرام؟ قاصد نے کہا کہ میں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ وہ لوگ خبیث وفحش چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں، گمراہی کی ہر بات کو اور ہر قسم کے شر اور ناپسندیدہ چیزوں کو حرام قرار دیتے ہیں۔ یہ سن کر بادشاہ نے سوال کیا کہ وہ لوگ کسی چیز کو حرام قرار دینے کے بعد پھر اس کو حلال کرتے ہیں یا حلال کی ہوئی چیز کو بعد میں حرام سمجھتے ہیں؟ میں نے جواب دیا: نہیں، بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کی شریعت محکم وپائندہ ہے، خدا ان کی شریعت کا محافظ ونگہبان ہے، وہ زمین وآسمان سے بھی زیادہ قائم وثابت رہنے والی چیز ہے، ان کا یہ اصول ہے کہ خدا کی نافرمانی کرکے کسی مخلوق کی اطاعت وفرمانبرداری قبول کرنا حرام وناجائز ہے۔ یہ ساری تفصیلات سننے کے بعد بادشاہ چین نے کہا کہ یہ لوگ کبھی مٹ نہیں سکتے، الا یہ کہ وہ حرام کو حلال سمجھنے لگیں اور ان کے نزدیک بھی ناخوب، خوب بن جائے اور بھلی ونیک بات کو پست وگھٹیا تصور کرنے لگیں۔ اس کے بعد شاہ چین نے فارس کے قاصد سے عربوں کے لباس کے متعلق پوچھا تو اس نے اس کو بتایا کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ سب سے اچھا لباس تقویٰ وخوفِ خدا ہے۔

"ولباس التقویٰ ذلك خیر" (اعراف: ۲۶)

ترجمہ: "تقویٰ کا لباس سب سے اچھا لباس ہے"۔

بادشاہ نے پھر سوال کیا: تمہیں ان کے آپس کے معاملات ورہن وسہن کے متعلق کیا معلومات ہیں؟ قاصد کہتا ہے کہ میں نے بادشاہ کو جواب دیا کہ ان کے رسولؐ نے انہیں جو تعلیمات وہدایات دی ہیں وہ اس کے پابند ہوتے ہیں، اور وہ یہ کہ ان میں سے اگر کوئی شخص کسی سے خفا وناراض ہو تو اس ناراضگی کے سبب اس پر ظلم نہ کرے، وہ اگر کسی کا دوست ہو تو محبت کے سبب کسی گناہ کا مرتکب نہ ہو، ثبوت ملے یا نہ ملے حق کو تسلیم کرے، کوئی نیکی کرنا چاہے تو اس میں لالچ کا شائبہ نہ ہو۔ جب شاہ چین نے عربوں کے متعلق یہ مکمل ومفصل معلومات حاصل کرلیں تو یزدگرد کو حسب ذیل مضمون کا خط لکھا:

''اگر میں چاہوں تو تمہاری مدد کے لیے ایسا زبردست لشکر بھیجوں جس کا ایک سرا تمہارے ملک میں ہو اور دوسرا چین میں مگر آپ کے قاصد نے مسلمانوں کے جو حالات بیان کئے ہیں وہ ایسے ہیں کہ ان کے سامنے پہاڑ بھی ہیچ ہیں۔ اگر انہیں راستہ مل جائے تو ان اوصاف کے ہوتے ہوئے جو آپ کے قاصد نے بیان کئے ہیں، یہ لوگ ہمارا بھی تخت وتاج چھین لیں گے۔ یہ صورت حال لشکر بھیجنے سے مانع ہے۔ آپ ان سے صلح کرلیں، اس کے سوا کوئی چارہ نہیں''۔

یہ اس قوم کی سنہری داستان ہے جو ایمان لانے کے بعد خدا ہی سے مدد کی طالب رہی۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہی قوم جس نے اسلام کی صداقت وحقانیت کا تجربہ کیا ہے، اس کی سچائی سے اچھی طرح

واقف ہے، خود اس کے دشمنوں نے ان اوصاف وکمالات کی شہادت دی ہے جن کے سامنے عقل وخرد حیران اور افکار ونظریات ششدر رہ جاتے ہیں، تاریخ شاہد ہے، شجر وحجر شاہد ہیں، جن سے لے کر حدود سمندر سے ملنے والے ہر خطۂ زمین کے ساحل پر پھیلی ہوئی ان کی یادگاریں شاہد ہیں کہ جب تک یہ امت اپنے دین پر قائم رہی اس وقت تک روئے زمین کی بہترین امت تھی، جو ہدایت انسانی کے لیے وجود میں لائی گئی تھی، اس امت کا ہر فرد فرشتہ صفت انسان تھا، اور یہ سب کچھ اس لیے کہ انہوں نے اپنے رب کو پہچانا، ہر چھوٹی بڑی چیز میں اس کے دین پر عمل کیا، انہوں نے کتاب وسنت سے انحراف کو بدترین گناہ تصور کیا اور دل میں یہ یقین جمالیا کہ احکام خداوندی سے روگردانی ہی مصائب وآلام کا سبب ہے، اور جو خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے روگردانی کرتا ہے خدا اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اس سے کوئی واسطہ نہیں رہتا، اس انحراف وروگردانی کے بعد کوئی کامیاب وباعزت ہو یہ ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اگر خدا تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے"۔ (آل عمران:۱۶۰)

ایک دوسری جگہ فرمایا:

"جو لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرتے ہیں وہ نہایت ذلیل ہوں گے"۔

خدا کے دین سے دوری اور اس کی تعلیمات چھوڑنے کی وجہ سے آج ہم لوگ اذلّین ہی میں سے ہوگئے ہیں۔ یہی ہمارا حال ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب لوگوں نے ان قدروں سے بے التفاتی برتی اور خدا کی تعلیمات پر عمل کرنے میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ کیا تو زوال وپستی کا شکار ہوگئے۔ ہماری حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ذلت وکمزوری، اختلاف وانتشار ہماری علامت وپہچان بن گئے۔

جب قلم یہاں تک پہنچا تو اپنی موجودہ تصویر، اختلاف وانتشار، جماعتی وگروہی تعصب، اور باہمی کشمکش، حتی کہ ایک ہی مکتبۂ فکر کے علما ومفکرین کا مختلف حصوں میں بٹ جانا، ایک دوسرے کی ہجو کے لیے زبان وقلم کو بے لگام چھوڑ دینا، اس طوفان نوح کے وقت جو اس وقت اسلام ومسلمانوں کے خلاف بپا ہے ذہن کو ماؤف کردیا، کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا لکھوں، کیونکر لکھوں، اور لکھوں تو نقار خانہ میں طوطی کی آواز کی مثل ہوگی، دل میں آیا کہ اقبال مرحوم کے چند اشعار نقل کر کے دل کو تسکین دے لوں:

یا رب دل مسلم کو وہ زندہ تمنا دے
جو قلب کو گرما دے، جو روح کو تڑپا دے
پھر وادی فاراں کے ہر ذرے کو چمکا دے
پھر شوق تماشا دے پھر ذوق تقاضا دے
محروم تماشا کو پھر دیدۂ بینا دے
دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے
رفعت میں مقاصد کو ہم دوشِ ثریا کر
خود داری ساحل دے، آزادیٔ دریا دے
بے لوث محبت ہو، بے باک صداقت ہو
سینوں میں اُجالا کر، دل صورت مینا دے
احساس عنایت کر آثار مصیبت کا
امروز کی شورش میں اندیشۂ فردا دے

☆☆☆☆☆

(بقیہ صفحہ ۶ کا)

والہانہ سرمستی کا ایسا اشارہ ہے جس کی ترجمانی سے تمام بیان، وضاحتیں اور تعبیریں عاجز ہیں...... وہ نور جو ہم چشم ظاہر بین سے دیکھتے ہیں صد ہزار پردوں سے چھن کر آتا ہوا نور حقیقی کا پرتو محض ہے۔ گویا نور علی نور ایک لاانتہا سلسلہ ہے...... لیکن یہاں پہنچ کر تمام اثاثۂ علم ودانش بالآخر ایک یم بے خبری میں ڈھل کر معدوم ہوجاتا ہے۔

حذر الحذر! بس کہ حدِ ادب
کہ ہے قابَ قوسین رمزِ عجب

ایک مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار کے جواب میں جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ "میرے اور اللہ کے درمیان نور کے ستر ہزار پردے حائل ہیں"۔ (حدیث ۶۸۰، مشکوۃ شریف بہ روایت ابی امامہؓ)...... یاد رہے کہ شب معراج میں بھی سدرۃ المنتہیٰ تک حضورؐ کے پابہ رکاب رہنے کے بعد جبرئیلؑ نے آگے بڑھنے میں اپنی بے بسی کا اظہار یہ کہہ کر کیا تھا کہ اے اللہ کے رسولؐ اس کے آگے میری مجال نہیں، آپ تنہا تشریف لے جائیں، اگر میں اس سے آگے بڑھا تو تجلی الٰہی سے میرے بال وپَر جل جائیں گے۔

سدرۃ المنتہیٰ کے ساتھ منتہیٰ کی ترکیب ہی اس امر کی علامت ہے کہ یہ ملائک کی انتہائے پرواز ہے۔ اس سے آگے اُن کی رسائی ختم ہے۔ یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مطالبے کے باوجود تجلی الٰہی کی تاب نہ لا سکے۔ وہ غش کھا کر گر پڑے اور طور ذرہ ذرہ ہوگیا۔

قرآن کریم کو بھی اُسے نازل کرنے والی ذات نے ہدایت، کتاب مبین اور "نور" قرار دیا۔ اور یہ کتاب مبین اور کلام نور وہ ہے کہ "اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کردیتے تو تُو اس کو دیکھتا کہ وہ (کوہِ طور کی طرح) اللہ کے خوف (وجلال) سے دب جاتا، ریزہ ریزہ ہوجاتا"۔ (حشر:۲۱)

(جاری)

احادیث نبویہ میں خواتین کے کردار کا مختصر جائزہ

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری

قوموں کی ادبی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ جب سے انھوں نے اجتماعی زندگی گزارنی شروع کی اس وقت سے قصے کہانیاں ان کی زندگی کا لازمی جز بن گئیں۔ چنانچہ ہندوستانی، ایرانی، یونانی اور رومی سبھی قوموں کے ادب میں شہرۂ آفاق کہانیاں ملتی ہیں، اُن میں بعض کہانیاں اتنی مقبول ہوئیں کہ اُن کو ادب میں قومی حیثیت حاصل ہوگئی جو اب تک برقرار ہے۔ اُن قوموں میں سے جو قوم ذہنی اور تخیلی اعتبار سے جتنی بلند تھی اسی لحاظ سے اُن کے قصے کہانیاں بلند، پُراثر، دلچسپ اور فنی اعتبار سے معیاری ہیں۔ عرب قوم دنیا کی قدیم قوموں میں سے ہے۔ جس نے زندگی کے مختلف نشیب وفراز دیکھے ہیں۔ اور اُن سے حاصل تجربات کو کبھی شعر میں کبھی نثر میں بیان کیا ہے، نثر کے بیان کردہ اصناف میں ایک قصہ بھی ہے جو عربوں کے یہاں بہت عام تھا، جاہلی زمانے میں لوگ دن بھر کے کام وکاج سے فارغ ہوکر رات میں گپ شپ کے حلقے یا مجلس منعقد کرتے تھے جس میں یہ لوگ اپنے اسلاف کے کارناموں، اُن کی بہادری اور شجاعت کے قصوں کو بیان کرتے تھے۔

"قبل لبعض اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم ماكنتم تحدثون به اذ خلوتم في مجالسكم قال: كنا نناشد الشعر ونتحدث بأخبار الجاهلين"۔

بعض صحابہؓ سے دریافت کیا گیا کہ جب آپ لوگ جمع ہوتے تھے تو اپنی مجلسوں میں کیا بات کرتے تھے، تو انھوں نے جواب دیا کہ ہم ایک دوسرے کو شعر سناتے تھے اور زمانۂ جاہلیت کے قصے بیان کرتے تھے، ایسی کہانیاں سننے کا رواج اسلامی عہد میں بھی ایک زمانے تک رہا، خود قرآن کریم نے بھی عبرت کے گذشتہ قوموں کے قصوں کو مختلف جگہوں پر بیان کیا ہے اور اس معجزنمائی کے ساتھ کہ بعض سور میں قصص ادب کا شہ پارہ بن گئے۔

قصوں کی دو قسمیں

زمانۂ جاہلیت میں جن قصوں کا رواج تھا اُن کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم تو ان قصوں کی ہے جنہیں ہم "لوک کتھا" کہہ سکتے ہیں، چونکہ عرب قوم بہادر اور جنگجو قوم تھی اور زندگی کا بیشتر حصہ جنگی سرگرمیوں یا غارت گریوں میں گزرتا تھا اس لیے عام طور پر ان کی کہانیوں کا موضوع جنگ اور بہادروں کی شجاعت اور دلیری کے کارناموں کو بیان کرنا ہے۔

جنگی کارناموں اور بہادری کے قصوں میں ان قصوں کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے جنہیں ہم عربی ادب میں (ایام العرب) کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہ اُن جنگوں کی کہانی ہے جو عرب قبیلوں میں باہم معمولی باتوں پر چھڑ جاتی تھی۔

جیسے داحس اور غبرا کی جنگ یا یوم الفجار یا یوم ذی قار جو بنوشیبان اور ایرانیوں کے درمیان ہوئی تھی۔

عہد جاہلیت کی کہانیوں کی دوسری قسم اُن کہانیوں کی ہے جنہیں عربوں نے دوسری قوموں سے لیا ہے اور اپنے ذوق کے مطابق عربی زبان کا ایسا جامہ پہنایا ہے کہ نقل پر اصل کا شبہ ہونے لگتا ہے۔

اسلام آنے سے قبل تک یہ قصے کہانیاں دور جاہلیت کے دستور کے مطابق سینہ بہ سینہ منتقل ہوتی رہیں، لوگ اپنی بیٹھکوں میں انھیں دل چسپی سے سنتے رہے، اسلام آنے کے بعد کوئی روک عائد نہیں کی گئی بلکہ ذوق کو صحیح رخ دیا گیا، محض تفریح طبع کے بجائے یہ قصے عبرت کا مخصوص سرمایہ فراہم کرتے اور جاہلی ادوار کے قصوں کا تذکرہ دینی ہدایت پر شکر وسپاس کے جذبہ کے تحت ہونے لگا۔

قرآنی قصوں کا مقصد

یقیناً قرآن پاک قصے اور کہانیوں کی کتاب نہیں لیکن قرآن پاک میں گذشتہ قوموں کے بڑے سبق آموز، پُراثر زبان وبیان کی چاشنی لیے ہوئے قصے وواقعات بیان کیے گئے ہیں، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی صحابۂ کرام کو مختلف انعامات میں بہت سے قصے وواقعات سنائے ہیں جن میں سے بعض کا تعلق خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی زندگی سے ہے، بعض وہ قصے ہیں جو تاریخی واقعات پر مشتمل ہیں اور بعض کا انداز تمثیلی ہے اور بعض سے مستقبل میں پیش آمدہ واقعات کی نشان دہی ہوتی ہے اور بعض قصوں میں حشر ونشر اور بعث بعد الموت کے دل دوز واقعات ہیں اور بعض کا تعلق مطلق امور غیب سے ہے۔

اس طرح اگر ہم احادیث نبویہ میں قصوں کا جائزہ لیں تو اس کے علاوہ اور بھی ان کی نوعیں بتائی جاسکتی ہیں لیکن ان قصوں میں سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں انسانی امتیازات احساسات، مدرکات، رجحانات، تاثرات، اور اس سے بڑھ کر اس کے اخلاقیات کو بہتر کیا گیا ہے اور یہی اس کی

…وح ہے، محض تفریح طبع، زبان وبیان کی چاشنی یا کسی
…م کی تضحیک وتوہین کے کردار پر مشتمل قصے نہیں
…ے جاتے۔

…واتین کی عظمت کے قصے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایسے ماحول
…ں ہوئی جس میں انسان اپنی تخلیق کے مقصد سے
…ر ومجبور ہو چکا تھا، شرک وبت پرستی کے ساتھ ساتھ
…عاشرہ میں ظلم وستم کا ماحول تھا، قبائلی نخوت ان کے
…ب وریشے میں داخل تھی، اپنی انا کی تسکین کے لیے
…پنی بچیوں تک کو زندہ درگور کرتے تھے، عورتیں ذلیل
…بے عزت تھیں، ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک روا رکھا
…اتا تھا، آخری بات یہ ہے کہ ماں کی عصمت بھی
…راثت میں تقسیم ہوجاتی تھی، ایسے معاشرہ میں
…ضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، قرآن پاک
…زل ہوا، عورتوں کے حقوق بیان کئے گئے، عورتوں
…و انسانیت کے درجے میں مساوی حقوق دیئے گئے،
…ں کی عزت وعظمت اور طاعت کو رضائے الٰہی کا
…ینہ قرار دیا گیا۔

قرآن پاک میں خواتین کے نام سے پوری
…ورہ سورۂ نساء نازل کی گئی۔

سورۂ مریم میں عورت کی پاکیزہ نفسیات کو بیان
…کیا گیا، عفت وعصمت اور طہارت کے عظیم ثمرات کا
…کر کیا گیا، قرآن پاک میں متعدد مقامات پر عورتوں
…کے حقوق پر روشنی ڈالی گئی، عورتوں کی عصمت پر ہاتھ
…النے والوں کو زانی کہا گیا، ان اوامر اور حقوق کے
…پہلو بہ پہلو اب اس قصہ کو آپ پڑھیں جس میں
…حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجبور ومضطر
…خاتون کا قصہ بیان فرمایا ہے جس کے دو کردار ہیں،
…ایک طرف نوجوان عورت ہے جو مفلس ہے، اس کو
…پیسے کی ضرورت ہے تاکہ وہ اپنی ضرورت پوری

کرسکے، دوسری طرف وہ نوجوان جس کے ہاتھ میں سرمایہ ہے، شراب وکباب کا رسیا اور عیاش ہے، رنگین مزاجی اس کی فطرت ہے، معاشرہ اس پر کوئی روک بھی نہیں لگا سکتا ہے، عورت مجبور ہوکر اس کی خواہش کو قبول کرلیتی ہے لیکن جب وہ اس کے قریب ہوکر اس کی عصمت کی مہر توڑنا چاہتا ہے تو وہ عورت ایک آہ بھرتی ہے اور کہتی ہے کہ اے شخص! میری عصمت کو نہ پامال کرو، اگر غربت نہ ہوتی تو میں اس کو قبول نہ کرتی، اس خاتون نے کچھ ایسے درد سے کہا کہ وہ نوجوان تھرا گیا، انتقام خداوندی کے استحضار نے اس کی آنکھیں کھولدی، شرمسار ہوتے ہوئے اس نے عورت کو آزاد کردیا اور طے شدہ پیسے بھی اس کے حوالے کردیا۔

دوشیزہ اپنے گھر چلی آئی، اسی رات میں اس نوجوان شخص کا انتقال ہوجاتا ہے، جب صبح اس کی وفات کی اطلاع عام ہوتی ہے تو لوگوں کا اژدہام اس کے دروازہ پر امنڈ پڑتا ہے اور ہر ایک کی نظر اس عبارت پر ہے جو اس کے دروازے پر غیب سے ظاہر ہوئی ہے جو اس (جس کا نام کفل تھا) کی نجات کی بشارت کی غماز ہے۔ "کان الکفل من بنی اسرائیل لایتورع من ذنب عملہ فأتتہ امرأۃ فاعطاھا ستین دیناراً علیٰ ان یطأھا فلما قعد منھا مقعد الرجل من امرأتہ أرعدت وبکت فقال مایبکیک أأکرھتک؟ قالت لا ولکنہ عمل ماعملتہ قط وماحملنی علیہ الاالحاجۃ فقال تفعلین انت ھذا ومافعلتہ؟ اذھبی فھی لک، وقال لاواللہ لا أعصی اللہ بعدھا ابداً فمات من لیلتہ فاصبح مکتوبا علی بابہ ان اللہ غفر للکفل"۔ (رواہ الترمذی)۔

(جاری)

(بقیہ صفحہ ۷ کا)

سوال کے انداز میں پوچھتے ہیں: (ھل جئت) کیا واقعی تم آگئے؟ وہ ہمارے سامنے کھڑا ہے پھر بھی ہم اس سے سوال یہی کرتے ہیں تو ہرگز ہمارا مقصد یہاں سوال کرنا نہیں بلکہ ہم تحقیق اور تاکید کے لیے پوچھتے ہیں کہ واقعی تم حاضر ہوگئے؟ اس موقع پر سوال کرنے کے لیے عرب "ھل" کا استعمال کرتے ہیں اور ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اپنے سامنے اس آنے والے شخص کے بارے میں پوری طرح محقق ہوجائے۔

زبان کے یہی وہ استعمالات ہیں جن کی وجہ سے عرب مبہوت اور حیرت زدہ رہ گئے اس لیے کہ انہوں نے دیکھا کہ قرآن وہی زبان اور زبان کے وہی محاورات استعمال کررہا ہے جو وہ خود استعمال کرتے ہیں لیکن جب قرآن کے الفاظ ان کے کانوں سے ٹکرائے تو انہیں ایسا محسوس ہوا کہ یہ تو بالکل نئی اور الگ ہی کوئی چیز ہے اور وہ کسی بے نظیر، منفرد اور بے مثال نظم قرآنی کے سامنے کھڑے ہیں اور ایسے لامحدود مفاہیم سے ان کا سامنا ہے جنہیں عبارتوں اور جملوں سے پہلے حروف اور حرکات ہی تیار کرتے اور پیش کرتے ہیں۔ اس پورے ماحول میں آیتِ قرآنی پر غور فرمائیں ﴿ھل أتی علی الانسان حین من الدھر﴾ یہ "حین" اور "دھر" کیا ہے؟ یقیناً قرآن ان دونوں کے درمیان فرق کرتا ہے، "حین" کو وہ محدود اور متعین وقت کے دائرے میں محصور رکھتا ہے جیسے (حین تمسون وحین تصبحون) یعنی شام کے وقت اور صبح کے وقت۔ لیکن جہاں تک "دھر" کی بات ہے تو قرآن کریم کی زبان میں وہ غیر محدود اور طویل زمانہ ہے جس کی ابتدا اور انتہا کو سوائے اللہ عز وجل کی علیم وحکیم ذات کے کوئی نہیں جانتا، (یہاں پر "دھر" سے اس نے "حین" کو الگ کیا یعنی غیر محدود اور طویل زمانہ میں ایک محدود وقت انسان پر ایسا گزرا ہے کہ وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا)۔

☆☆☆☆☆

موجودہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں

دین پر استقامت
اور
اتحاد امت

مسلم پرسنل لا بورڈ کے کلکتہ اجلاس کا اعلامیہ

آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا بیسواں اجلاس کلکتہ، منعقدہ ۲۸ فروری تا ۲ مارچ ۲۰۰۸ء کئی حیثیتوں سے بڑا کامیاب اور موثر اجلاس ثابت ہوا۔ جس میں نہ صرف اتحاد بین المسلمین کا عظیم الشان مظاہرہ ہوا بلکہ عوامی اجلاس میں مجمع عظیم نے جو ایک لاکھ سے متجاوز تھا اس قرارداد کو متفقہ طور پر منظور کیا کہ "آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ اتحاد ملت کی ایک علامت ہے، اس کو مضبوط بنایا جائے، اور یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ مسلکی اختلافات کی نوعیت فروعی ہے اور اصول دین میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے ناموس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحفظ، جان ومال کی حفاظت، شریعت اسلامی کے تحفظ، اصلاح معاشرہ، مسلمانوں میں دین پر کاربند ہونے کا عزم اور تعلیمی بیداری پیدا کرنا جیسے اہم امور میں اختلافات سے بلند ہوکر اتحاد کا ثبوت دینا چاہئے اور متحد ہوکر کام کرنا چاہئے، اس سے مسلمانوں کا ملک میں وقار بلند ہوگا، وزن بڑھے گا اور مسائل کے حل کی راہیں ہموار ہوں گی"۔

عالمی حالات کے تناظر میں صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے یہ باور کرایا کہ دہشت گردی کے بہانے مسلمانوں کو بلاوجہ پریشان کیا جارہا ہے اور یہ ایک سازش کے تحت کیا جارہا ہے، اسلام نے کسی بھی بے قصور کے قتل یا ظلم سے منع کیا ہے، انہوں نے اصلاح معاشرہ کے تئیں کئی اہم ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی اور دختر کشی کے مسئلہ اور سود کے عام ہونے کی خطرناکی کو اہمیت سے لیا، بابری مسجد مقدمات دسمبر ۱۹۴۹ء تا فروری ۲۰۰۸ء کی جامع رپورٹ بھی سامنے آئی جس سے یہ بات واضح ہوتی نظر آئی کہ بابری مسجد کیس کا فیصلہ مسلمانوں کے حق میں ہوگا (انشاء اللہ)، شعبۂ اصلاح معاشرہ کی رپورٹ سے صاف محسوس کیا گیا کہ سماج میں پھیلی متعدد خرابیوں کی اصلاح کی کوشش ملکی پیمانہ پر بہت خوش اسلوبی کے ساتھ ہورہی ہے، اس ضمن میں مختلف زبانوں میں جو رسائل شائع کئے گئے ان کا اجراء بھی ہوا، دار القضاء کے قیام کے سلسلہ میں جو تگ ودو جاری ہے اس کی رپورٹ سے اس کام کو تیز کرنے کی تدابیر پر غور ہوا، نکاح کے رجسٹریشن کے سلسلہ میں دوٹوک بات کہی گئی کہ رجسٹریشن کو ثبوت نکاح کے لیے لازم قرار دینا بھی شرع اسلام کے خلاف ہے، اور جنرل سکریٹری بورڈ مولانا سید نظام الدین صاحب نے یہ باور کرایا کہ مسلمانوں کو آئینی اعتبار سے اپنے پرسنل لا پر عمل کا دستوری حق حاصل ہے۔ اس کے جلسے کی نوعیت کے رہے، ایک میں صرف مجلس عاملہ کے ارکان نے شرکت کی، ایک تاسیسی ارکان کے لیے خاص رہا اور بقیہ نشستوں میں مدعوئین خصوصی شریک ہوئے اور آخر میں جلسۂ عام منعقد ہوا، جس میں اتنی بڑی تعداد نے شرکت کی کہ کلکتہ کا وسیع وعریض پارک سرکس میدان کھچا کھچ بھر گیا، جو اعلامیہ منظور ہوا وہ یہاں نذر قارئین کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

- امریکہ اور اسرائیل سے هندوستان کے گٹھ جوڑ کی مذمت اور مسلم سرمایہ کاروں سے میڈیا کے شعبے میں سرمایہ لگانے کی اپیل
- شریعت اسلامی خدا کی بھیجی ہوئی آخری شریعت ہے جس سے قیامت تک انسانیت کی ہدایت وفلاح متعلق ہے، مسلمان اس دین خداوندی کے امین ہیں اور پوری انسانیت تک خدا کے اس پیغام کو پہنچانا امت کا فریضہ ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم خود اسلامی تعلیمات سے آگاہ ہوں اور اس کے مطابق عمل کریں، اگر ہم خود شریعت پر عمل پیرا نہ ہوں اور اس بات کی توقع رکھیں کہ حکومت ہمارے قانون کی حفاظت کرے گی تو یہ سادہ لوحی ہوگی، آج مسلم معاشرہ میں بہت سی برائیاں در آئی ہیں، خاص کر شادی بیاہ میں بے جا مطالبے، فضول خرچی، رشتہ داروں کے حقوق سے بے اعتنائی، بیوہ اور مطلقہ عورتوں کا نکاح نہ ہونا اور ان سے متعلق حقوق کی عدم ادائیگی، عورتوں کو حق میراث سے محروم رکھنا اور ایک دوسرے کے ساتھ ربط وتعلق میں شریعت اسلامی کو رہنما بنانے کے بجائے رسم ورواج کو معیار بنایا، یہ ایسی برائیاں ہیں جو آج دوسرے ہمسایوں سے متاثر ہوکر مسلم سماج کا حصہ بن چکی ہیں، علماء اور خطباء کا فریضہ ہے کہ وہ ان کے بارے میں پوری قوت کے ساتھ عام انسانوں کو آگاہ کریں، مذہبی تنظیموں، سماجی کارکنوں اور تعلیمی اداروں کا فرض ہے کہ وہ اپنے اپنے حلقۂ اثر میں سماج کو ان برائیوں سے دور رکھنے میں اپنے اثر ورسوخ کا استعمال کریں اور مثالی اسلامی معاشرہ کی تشکیل کریں، ایسا معاشرہ جس میں کسی پر ظلم نہ ہوتا ہو، ایسا معاشرہ جس میں کوئی شخص کسمپرسی کی زندگی گزارنے پر مجبور نہ ہو، ایسا معاشرہ جس میں تمام طبقات کو اس کے حقوق دیئے جاتے ہوں: کیوں کہ ہم اپنے عمل سے ہی اسلام کا صحیح اور موثر تعارف کراسکتے ہیں۔
- شریعت پر عمل کرنے کے ساتھ ساتھ تمام مسلمانوں اور خاص کر قانون دانوں اور دانشوروں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ اسلامی شریعت پوری طرح انسانی فطرت، انسانی ضرورت اور عقل کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہے، جس میں ہر طبقہ کے ساتھ عدل وانصاف اور حقوق کے درمیان توازن اور اعتدال سے کام لیا گیا ہے، کیوں کہ شریعت خدا کی بھیجی ہوئی ہے اور خدا سے بڑھ کر انسان کی ضرورتوں اور مصلحتوں سے کوئی اور ذات آگاہ نہیں

ہو سکتی، افسوس کہ اس بات پر بہت کم توجہ دی گئی کہ جدید تعلیم یافتہ مسلمانوں میں شریعت اسلامی کی تفہیم کی کوشش کی جائے، بحمد اللہ آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے اور وہ خاص طور پر محقق علماء، ارباب افتاء، وکلاء اور دانشوروں سے اپیل کرتا ہے کہ اس موضوع پر باہمی مذاکرات رکھے جائیں، قانون شریعت کو سمجھا اور سمجھایا جائے اور برادران وطن تک بھی اسلام کے فلسفۂ قانون کو پہنچایا جائے۔

● آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مسلمانوں کو اس جانب متوجہ کرتا ہے کہ حق کے مقابلہ میں ہمیشہ باطل کی یلغار ہوتی رہی ہے۔ قرآن مجید میں انبیاء کے جو قصص وواقعات ذکر کیے گئے ہیں وہ اس حقیقت پر گواہ ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ باطل کے پرستاروں نے داعیان حق کا استقبال کیا ہو اور انہیں پھولوں کے ہار پہنائے ہوں بلکہ ہمیشہ ان کی راہ میں کانٹے بچھائے گئے، سب وشتم سے ان کا استقبال کیا گیا، انہیں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی یہاں تک کہ بعض دفعہ انہیں ترک وطن پر بھی مجبور ہونا پڑا، آج بھی دنیا میں اسلام اور امت اسلامیہ کے خلاف جو فکری، تہذیبی اور عسکری یلغار ہو رہی ہے اور ذرائع ابلاغ کی قوت سے فائدہ اٹھا کر مظلوموں کو ظالم کے کٹہرے میں کھڑا کیا جا رہا ہے یہ اسی کا تسلسل ہے اور انشاء اللہ بالآخر حق اور سچائی ہی کو کامیابی حاصل ہوگی، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کسی گروہ کا راہ حق پر قائم رہنا اور باطل کے سامنے سرنگوں نہیں ہونا بجائے خود اس کی کامیابی ہے، اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اپنے دین پر پوری قوت کے ساتھ ثابت قدم رہیں، وہ معاندین کی ریشہ دوانیوں سے مرعوب نہ ہوں اور اپنے آپ کو بہر حال احساس کمتری سے بچائیں، کیوں کہ دنیا میں یہی ایک ایسی امت ہے جو اپنے پاس خدا کی محفوظ کتاب رکھتی ہے، جس کا رشتہ ایسے نبی سے ہے جس کی نبوت قیامت تک کے لیے ہے اور جو اس گئی گزری حالت میں بھی واحد ایسی قوم ہے جو اپنی عملی زندگی میں خدا کے بھیجے ہوئے دین سے مربوط ہے، اس وقت مغرب کی طرف سے اسلام اور مسلمانوں پر جو پتھر پھینکے جا رہے ہیں اس کی مثال ان پتھروں کی سی ہے جو محروم لوگوں کی طرف سے کسی پھل دار درخت پر پھینکے جاتے ہیں۔

● ان حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے دو باتیں بنیادی اہمیت کی حامل ہیں، دین پر استقامت اور اتحاد امت، اگر مسلمان اپنی صفوں میں وحدت کو باقی رکھیں اور بکھراؤ نہ پیدا ہونے دیں تو ان کی طاقت بے پناہ ہو جائے گی کیوں کہ وہ حقیقی معنوں میں ایسی امت ہیں جو پوری دنیا میں عددی اعتبار سے اکثریت کی حامل ہے، جس میں افرادی قوت میں اضافہ کی رفتار تمام مذاہب کے ماننے والوں سے زیادہ ہے اور جو اپنے فکر وعقیدہ کے اعتبار سے انسانی وحدت کی داعی ہے، خود ہمارے ملک میں وہ دوسری بڑی اکثریت ہے اور ملک کے چپہ چپہ پر نہ صرف اس کے وجود کے بلکہ اس کی خدمات کے نقوش بھی ثبت ہیں۔

● بورڈ کا یہ اجلاس حکومت ہند کو نہایت افسوس کے ساتھ اس رویہ پر متنبہ کرتا ہے کہ وہ مظلوموں کے ناصر ومددگار ہونے کے بجائے ظالموں کے ساتھ دوستی کا حق ادا کر رہی ہے۔ وہ امریکہ کی ہر آواز پر لبیک کہتی ہے اور اس کے غیر حقیقت پسندانہ رویہ کی بھی آنکھ بند کر کے تائید کرتی جا رہی ہے، حالانکہ افغانستان وعراق اور ایران کے معاملے میں اس کا غیر منصفانہ اور جابرانہ طرز عمل کھلی کتاب ہے، اسرائیل سے ہمارے ملک کے بڑھتے ہوئے تعلقات فلسطینیوں کی مظلومیت اور ان کے خلاف روا رکھی جانے والی دہشت گردی کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ ہیں، حکومت کو اپنے اس رویہ سے باز آجانا چاہئے۔ ہندوستان غیر جانبدار تحریک کے بانی ممالک میں ہے، جس کا مقصد بین الاقوامی سطح پر انصاف قائم رکھنا اور کمزور وچھوٹے ممالک کی سالمیت کو یقینی بنانا تھا۔ اس سے زیادہ افسوسناک بات اور کیا ہوگی کہ خدا نے جس خطہ کو مقتدر اور رہنما کی حیثیت دی ہے وہ بعض ظالم وجابر بڑی طاقتوں کا آلۂ کار بن کر رہنے پر راضی ہو جائے۔

● بورڈ کا یہ اجلاس سرمایہ دار مسلمانوں اور تجارت پیشہ لوگوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس ملک میں جدید ذرائع ابلاغ میں حصہ دار بننے کی کوشش کریں، خاص کر انگریزی اور مقامی زبانوں میں پرنٹ میڈیا اور الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ عام لوگوں تک درست اور سچا پیغام پہنچانے کی سعی کریں تا کہ لوگ پروپیگنڈہ اور غلط فہمیوں کی دنیا سے باہر آسکیں اور حقائق سے واقف ہونے میں ان کی مدد ہو سکے۔

بورڈ عالمی اور ملکی سطح پر اس طرز عمل کی سخت مذمت کرتا ہے کہ بلا تحقیق مسلمان نوجوانوں پر الزام عائد کیا جاتا ہے اور الزام ثابت ہونے سے پہلے ہی ان کے ساتھ وہ طرز عمل اختیار کیا جاتا ہے جو شاید مجرموں کے ساتھ بھی اختیار کرنا انسانیت، اخلاق اور انسانی حقوق سے متعلق اقوام متحدہ کی قراردادوں کے خلاف ہے۔ دہشت گردی کی تعریف آج تک بین الاقوامی سطح پر نہ تنظیم اقوام متحدہ نے متعین کی اور نہ ملکی سطح پر اس کو متعین کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کسی بے قصور انسانیت کے خلاف جرم Crime against Humanity قرار دیتا ہے۔ چاہے یہ حملہ فرد کرے، کوئی گروہ یا ریاست یا

حکومت کی جانب سے ہو در اصل یہی دہشت گردی ہے۔ مسلمان ہرگز دہشت گردی کی تائید نہیں کرتے، لیکن یہ متعین کرنا ضروری ہے کہ دہشت گردی کیا ہے؟ اور دہشت گردی کے اسباب کیا ہیں؟ جب کسی قوم کو انصاف حاصل نہیں ہوتا ہے اور وہ یہ سمجھنے لگتی ہے کہ کوئی ایسی جگہ موجود نہیں ہے جو ان کو انصاف فراہم کرے تو اسی سے لاقانونیت کے جذبات پروان چڑھتے ہیں، اس لیے حکومت کو چاہئے کہ وہ ان اسباب پر بھی غور کرے جو دہشت گرد پیدا کرنے کا موجب بنتے ہیں اور تمام لوگوں کو یکساں طریقہ پر انصاف فراہم کرے تا کہ دہشت گردی کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں۔ دہشت گردی کو صرف قانون ونظم (Law and Order) کا مسئلہ نہ سمجھا جائے اور حکومت کو اس کے اسباب پر غور کرے اور جن کو مظلومیت کا شدید احساس ہے ان کی شکایات کا ازالہ کرے اور ان کو انصاف کا یقین دلائے، نیز اس سلسلہ میں امریکہ کی ہدایات کو اپنے لیے مشعل راہ نہ بنائے کیوں کہ امریکہ اس وقت جن لوگوں کو دہشت گرد قرار دے رہا ہے ان سب کو خود اسی نے پروان چڑھایا ہے، وہ خود افراد اور حکومتوں کو ان لوگوں کے خلاف استعمال کرتا ہے، جن کو زیر کرنا مقصود ہو اور جب ان کا رخ امریکہ کی ظلم وزیادتی کی طرف مڑتا ہے تو خود ہی انہیں دہشت گرد قرار دیتا ہے، ہندوستان ایک عظیم ملک اور دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت ہے، اس کو چاہئے کہ ایسی طوطا چشم حکومت پر بھروسہ کر کے اپنی آزادی، وقار اور عظمت کا سودا نہ کرے اور ہندوستان کی روایت کے مطابق ایک انصاف پسند اور حق کے طرف دار ملک کی حیثیت سے اس کی شناخت باقی رکھے۔

☆☆☆☆☆

مولانا ابوالحسن ندوی اکیڈمی (بھٹکل)

کا جلسۂ تقسیم انعامات برائے اسلامیات

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل - کرناٹک کے زیر اہتمام اوپن اسلامک کورس کے پورے ملک کے ۲۶ ہزار طلباء کے امتحانات میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونے والے طلباء کے مابین تقسیم انعامات کا چھٹا سالانہ جلسہ مورخہ ۲۱ فروری کی رات منعقد ہوا، اس اجلاس میں پورے ملک کے ممتاز علماء اور دانشور شریک ہوئے، جلسہ کو آل انڈیا ملی کونسل کے صدر حضرت مولانا حکیم عبداللہ مغیثی صاحب، دار العلوم ندوۃ العلماء کے استاذ حدیث مولانا سید عبداللہ حسنی صاحب، صدر شعبۂ عربی دار العلوم ندوۃ العلماء مولانا نذر الحفیظ ازہری ندوی، ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی، مولانا عمیر صدیق ندوی، جناب ظفر صدیقی کے علاوہ اور دیگر لوگوں نے بھی خطاب کیا اور اپنے تاثرات کا اظہار کیا، دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم مولانا ڈاکٹر سعید الرحمن اعظمی ندوی (مدظلہ) نے اپنے بیش قیمت خطاب میں دینی تعلیم کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے جدید وسائل کو اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔

اکیڈمی کی سالانہ رپورٹ پیش کرتے ہوئے جنرل سکریٹری مولانا الیاس صاحب نے بتایا کہ اسکول وکالجس میں پڑھنے والے مسلم طلباء میں بنیادی دینی تعلیم کے فروغ کے لئے قائم شدہ ۳۵۰ طلباء کے امتحانات سے شروع کیا گیا یہ اوپن اسلامک کورس اللہ کے فضل وکرم سے ترقی کرتا ہوا آج ۲۶۰۰۰ کی تعداد تک پہونچ گیا ہے، اور پورے ملک کے ۱۸۹ سینٹرس میں امسال ۲۴ جنوری کو امتحانات ہوئے اور اکیڈمی کی طرف سے تیار کردہ اسلامیات کی کتابیں پورے ملک کے پانچ سو سے زائد اسکولوں میں داخل نصاب ہوئیں۔

اس اجلاس میں بھٹکل واطراف کے جملہ سینٹرس میں امتیازی نمبرات سے کامیاب ہونے والے تقریباً ۶۵ طلباء وطالبات کے درمیان گولڈ میڈل تقسیم کئے گئے اور ملک کے جملہ سینٹروں میں اول آنے والی انجمن گرلز ہائی اسکول کی دو طالبات کو مشترکہ طور پر میرٹ ایوارڈ سے نوازا گیا جو سونے کی ایک گنی (آٹھ گرام سونے) پر مشتمل تھا۔

☆☆☆☆☆

معروف ملی وسماجی کارکن جناب قمریاب جیلانی کا انتقال پر ملال

لکھنؤ شہر کے فعال ملی وسماجی کارکن، مختلف تنظیموں اور اداروں سے وابستہ ہر دلعزیز شخصیت جناب قمریاب جیلانی کا ۱۰ مارچ ۲۰۰۸ء کو انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ راجعون! یکم مارچ کو اچانک آپ کی طبیعت بگڑ جانے کی وجہ سے نشاط اسپتال داخل کئے گئے جہاں سے پی، جی، آئی ریفر ہوئے، آپریشن بھی ہوا مگر طبیعت سنبھل نہ سکی بالآخر ۱۰ مارچ کی شام اللہ کو پیارے ہو گئے۔ جنازہ کی پہلی نماز دار العلوم ندوۃ العلماء میں حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (دامت برکاتہم) نے پڑھائی جبکہ دوسری نماز قبرستان عیش باغ میں ہوئی اور وہیں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں سپرد خاک کئے گئے۔

مرحوم پیشہ کے لحاظ وکیل تھے مگر شہر کے مختلف تعلیمی وملی اور رفاہی کاموں میں بڑے سرگرم تھے، آپ ممتاز ڈگری کالج کے ایکٹنگ منیجر، انجمن اصلاح المسلمین کے سرگرم رکن، بابری مسجد تحریک کے فعال کارکن اور اپنے بھائی معروف وکیل جناب ظفریاب جیلانی (کنوینر بابری مسجد ایکشن کمیٹی) کی تمام ملی وتعلیمی سرگرمیوں کے دست وبازو تھے، مرحوم غریب پرور، دوسروں کی ضرورت میں کام آنے والے انسان تھے، آپ اپنے اخلاق، انسان دوستی، اور اپنی ہمہ جہت سرگرمیوں کی وجہ سے ہمیشہ یاد رکھے جائیں گے، اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

☆☆☆☆☆

مدارس کے طلبہ سے ہندی زبان سیکھنے کی اپیل

ڈاکٹر ہارون رشید ندوی

اب تو تحصیل علم کا رجحان عام ہو چکا ہے اور ڈھونڈھے سے بھی ان پڑھ نہ مل سکے گا، بے شک یہ ہماری آزادی کی دین ہے، ویسے اسلامی معاشرہ میں اس وقت بھی علم موجود تھا جب ہمارے ملک کی اکثریت انگوٹھا چھاپنے والوں کی تھی، اس لیے کہ اسلام و علم لازم و ملزوم ہیں، ۱۵ر اگست ۱۹۴۷ء کے بعد اپنے اساتذہ کے ایما پر جب ہم ساتھیوں نے اپنے اپنے گاؤں کا سروے کیا تو غیر مسلموں میں ۹۵ فیصد مرد ان پڑھ ملے اور عورتیں تو صد فیصد بے پڑھی ملیں، ان کے مقابلہ میں مسلمان مرد ۸۰ فیصد ان پڑھ ملے جب کہ عورتیں ۹۹ فیصد پڑھی ملیں البتہ ان کی پڑھائی قرآن مجید یا اس کا آخری پارہ ناظرہ اور بعض دینی کتابوں تک محدود تھی، خط وغیرہ لکھنا نہیں آتا تھا، ہم لوگ ان پڑھوں کو نام لکھنا سکھانے کی مہم پر نکلے تھے، لیکن اب انہیں مواضعات کی موجودہ پوزیشن یہ ہے کہ ۹۹ فیصد بچیاں "اسکول چلو" مہم سے وابستہ ہیں، البتہ اعلیٰ تعلیم یا ٹیکنیکل تعلیم کے وسائل سے محروم ہیں۔

مسلمانوں کی اعلیٰ تعلیم اور ٹیکنیکل تعلیم کے راستہ قوم نے بالقصد مسدود کر دیے ہیں، بس جو موروثی صنعتیں مسلمانوں میں موجود تھیں وہ تو اپنی مہارت کے ساتھ اب بھی باقی ہیں لیکن عالمی منڈی میں ان کی مصنوعات پر قبضہ دوسروں کا ہے، اس سب کے باوجود وہ اپنے دینی علوم، دین سے تعلق اور قناعت کی نعمت پر نازاں ہیں، ان کا کہنا ہے کہ اگر ہماری قوم کی جانب سے ہمارے لیے یہ دنیاوی تنگی ہمارے دین کے سبب کی جاری ہے تو ہم کو ہمارا دین مبارک۔

آج اسلامی معاشرہ کی نئی نسل کی اکثریت اعلیٰ تعلیم اور ٹیکنیکل تعلیم سے ضرور محروم ہے مگر ناخواندہ نہیں ہے، ہاں یہ ضرور ہے کہ ان میں سے دو تین فیصد مکاتب و مدارس میں تعلیم حاصل کرتے ہیں تو ۹۷، ۹۸ فیصد قومی اسکولوں میں تعلیم پاتے ہیں، یہ صحیح ہے کہ ہمارے گھروں کی مادری زبان اردو ہے، والحمدللہ لیکن لکھنے پڑھنے کی زبان دیوناگری ہو چکی ہے، پانچ فیصد نوجوان بھی آپ کو اردو داں نہ ملیں گے۔

اسی ۹۵ فیصد مسلم ہندی دانوں میں دو تین فیصد مدارس سے فارغ طلباء کو کام کرنا ہے ان کو ان کی دنیا کے ساتھ لازمی دین سے جوڑنا ہے، ان کو قرآن شریف یا اس کی کچھ سورتیں مخارج کی صحت کے ساتھ پڑھانا ہے، ان کو ضروریات دین کی تعلیم دینا ہے ان کی بول چال کی مادری زبان اردو کو باقی رکھنا ہے اور اس کی حفاظت کرنا ہے، ان کی لکھنے پڑھنے کی زبان میں اسلامیات کا لازمی لٹریچر ان کو مہیا کرانا ہے لہٰذا مدارس کے تمام طلبہ کے لیے اپنے ملک کی قومی زبان ہندی سیکھنا بہت ضروری ہے۔

آج ہمارے وہ مسلم بچے جن کا تعلق مکاتب یا مدارس سے نہیں ہے لیکن اردو کو اپنی بول چال کی مادری زبان بنائے ہوئے ہیں جب کہ ان کے لکھنے پڑھنے کی زبان ہندی ہے وہ مسلسل اردو کے شیریں و سبک الفاظ کا مُثلہ کر رہے ہیں اور اگر ہم غافل رہے تو پچاس سال بعد اردو کو ہمارے گھروں کی بول چال سے بھی نکالا مل جائے گا۔ ابھی تو ہمارے کانوں کو "نماج، روجا، جکات اور ہج" مکروہ معلوم ہوتے ہیں اور ہم بے چین ہو کر ان کی اصلاح کی کوشش کرتے ہیں، لیکن کیا ہوگا اس وقت جب ہم جیسے قبروں میں ہوں گے اور آج کی نماج، جکات بولنے والے پوجا اور دان بولنے والوں کے بزرگ بنیں گے۔

یہ بات تو واضح ہے کہ ہندی حروف میں ذ، ز، ع، ح، خ، ق، ف وغیرہ حروف موجود نہیں ہیں، مگر اب وہ سب نقطوں کی مدد سے بنائے جا چکے ہیں، ہمارے طلباء جو ہندی پڑھیں اس میں اس کا لحاظ فرمائیں اور جن ہندی دانوں میں وہ کام کریں ان کو ان نقطے والے ہندی حروف کے مخارج سے آگاہ کریں اور وہ خود اپنی ہندی تحریروں میں نماج (نماز)، روجا (روزہ)، جکات (زکات)، آج (عاج)، اِلم (علم)، باد (بعد)، گالی (غالی)، گُل (غل)، کھال (خال)، کھار (خار)، ہل (حل)، ہاجی (حاجی)، پھال (فال)، کاسر (قاصر)، ذلیل (جلیل)، جمیل (زمیل) وغیرہ الفاظ میں فرق کریں اور حسب ضرورت اس طرح کے الفاظ آ جائیں تو حروف کے مخارج اور الفاظ کے تلفظ سمجھانے میں ان کی مدد کریں۔

ہندی زبان سیکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہمارے نٹ ورک کی زمین ہندی ہے اور اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہماری سرکاری زبان ہندی ہے، اپنی حکومت کی زبان سے ناواقفیت بہت ہی ناپسندیدہ بات ہے، ہماری اس اپیل سے یہ بات ہرگز نہ سمجھی جائے کہ ہم اردو زبان کا رسم الخط ہندی چاہتے ہیں، حاشا و کلا کوئی بھی زبان اپنے اصلی رسم الخط کے بغیر تو زندہ ہی نہیں رہ سکتی، یہ تصور بھی محال ہے لیکن یہ بھی ہمیں منظور نہیں کہ ہم اپنی زبان سے اور اپنے قلم سے ہندی تحریر میں اردو الفاظ کا حلیہ بگاڑیں، ہم ان ہندی دانوں اور ہندی ادیبوں کے شکر گزار ہیں جو ہمارے اردو الفاظ اپنائے ہوئے ہیں، وہ ہجرت اور مجبور لکھیں گے اور بولیں گے تو ہم ان کو گلے لگائیں گے لیکن ہم ان کو حضرت اور حضور ہی لکھ کر دیں گے اور کبھی بھی ان کو ہجرت نہ سنائیں گے اور امکان بھر کوشش کر کے ان کا تلفظ بھی درست کرائیں گے اور املا بھی، وہ ساکن کو متحرک اور متحرک کو ساکن، مفتوح کو مضموم اور مضموم کو مکسور لکھیں گے تو ہم پڑھ کر ان کا مقصد پا لیں گے لیکن ہم ان کو اردو الفاظ، غلط تلفظ کے ساتھ نہ سنائیں گے نہ ہندی تحریر میں غلط تلفظ کے ساتھ پیش کریں گے، میں نے اردو میں ڈاکٹریٹ کیا ہے اردو میری مادری اور محبوب زبان ہے لیکن مصلحت خداوندی سے کام کا میدان وقتی طور پر ہندی مل گیا ہے، کئی سالوں سے ہندی میگزین "سچا راہی" کا ایڈیٹر ہوں اور ہندی دانوں میں ہندی کے ذریعہ اردو کا تعارف اپنے مشن کا ایک اہم حصہ بنا لیا ہے، اصلاً میں دین کا خادم ہوں اور اس مشن کو دین کی ایک ضرورت سمجھتا ہوں۔ ☆☆☆

مولانا عبدالماجد دریابادیؒ - صحافی، صحافی گر

نعیم الرحمٰن صدیقی

مفسر قرآن مولانا عبدالماجد دریابادیؒ (۱۸۹۲ء-۱۹۷۷ء) فن صحافت میں ایک طرز نو کے بانی ہیں۔ انہوں نے جس وقت صحافت میں قدم رکھا اس وقت اردو صحافت کے آسمان پر ایک سے بڑھ کر ایک آفتاب و ماہتاب موجود تھے۔ ان کی تابانی اور ضوفشانی سے مطلع صحافت جگمگا رہا تھا۔

بیسویں صدی مسیحی کا ہندوستان زبردست ہیجانی دور سے گزر رہا تھا۔ برطانوی استبداد اور فرنگی استعمار نے پورے ملک کو اپنے شکنجے میں لے رکھا تھا۔ آفریں ہے اردو صحافیوں کی ہمت مردانہ پر کہ وہ وطن عزیز کو دشمن کے پنجہ ستم سے آزاد کرانے کے لیے کمربستہ ہو گئے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا محمد علی جوہر، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حسرت موہانی اور مولانا عبدالماجد دریابادی نے اردو صحافت میں ایک نئے آہنگ اور جرأت و بے خوفی کے اسلوبِ نو کی طرح ڈالی۔ اردو صحافت نے خلافت کی بقا اور وطن عزیز کی آزادی کے سلسلے میں ناقابل فراموش قائدانہ کردار ادا کیا ہے۔

مولانا دریابادی کے معاصر صحافیوں میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خاں، خواجہ حسن نظامی، جالب دہلوی، مولانا حسرت موہانی وغیرہ ہیں۔ یہ وہ اسمائے گرامی ہیں جو بغیر کسی تلاش و تفحص کے نوک قلم پر آ گئے، ورنہ اس زمانے کے صحافیوں کی فہرست بڑی طویل ہے۔

مولانا دریابادی اپنے معاصرین میں انفرادی حیثیت اور بالکل الگ شناخت کے مالک تھے۔ وہ امتیازی شان کے حامل صحافی تھے۔ دریاباد کی یہ مشت خاک آسمان صحافت پر نیر تاباں بن کر چمکی۔ مولانا ایک ایسے صدق نگار اور صداقت شعار صحافی تھے جنہوں نے آیت ربانی "والذی جاء بالصدق وصدق به اولئک هم المتقون" (زمر: ۳۳) (ترجمہ: اور جو لوگ سچی بات لے کر آئے اور (خود بھی) اس کو سچ جانا تو یہی لوگ تو پرہیز گار ہیں) کو اپنا نصب العین بنا رکھا تھا۔

مولانا نے ۱۹۰۴ء میں جب کہ ان کی عمر بارہ برس کی تھی "اودھ اخبار" لکھنؤ میں ایک مضمون لکھ کر اپنی صحافت اور مضمون نگاری کا آغاز کیا، اس کے بعد انہوں نے ملک کے انگریزی اور اردو کے مشہور اور مقتدر اخباروں اور جریدوں میں مذہبی، علمی اور ادبی مضامین بکثرت لکھے۔ ۲ر جنوری ۱۹۲۵ء کو انہوں نے لکھنؤ سے ہفت روزہ جریدے "سچ" کا اجرا کیا جو کچھ عرصہ کے بعد "صدق" اور پھر "صدق جدید" کے نام سے ان کی وفات ۶ر جنوری ۱۹۷۷ء تک بڑی پابندی سے نکلتا رہا۔ مؤخر الذکر جریدہ ان کی وفات کے بعد بھی کئی برسوں تک جاری رہا۔ مولانا کی تقریباً پون صدی کی مدت مدید پر محیط صحافتی خدمات کا تذکرہ کرنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں۔

مولانا دریابادی نے قابل رشک دینی اور علمی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی بے مثال ریاضت اور اخلاص سے صحافت کا اسلامائزیشن کیا۔ ان کے نزدیک صحافت پیشہ نہیں عبادت تھی، مشغلہ نہیں مشن تھی۔ وہ صحافت میں منافقت، اشتعال انگیزی، فتنہ پروری، سنسنی خیزی، ریاکاری، فضیحت، خوشامد، سطحیت، بزدلی اور دوسرے رذائل کی آمیزش کے بالکل قائل نہیں تھے۔

مولانا نے جب قلم اٹھایا تو انہوں نے دکھا دیا کہ صدق نگاری، صداقت شعاری اور راست بازی اپنے اندر کتنی کشش رکھتی ہے۔ صداقت قرطاس و قلم کی آبرو ہے۔ اگر یہ کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا کہ اردو صحافت میں مولانا کی آمد سے اس کو وقار اور اعتبار حاصل ہوا ہے۔

مولانا نے اردو صحافت کو "احتجاجی صحافت" کے خول سے نکال کر اسے "تعمیری صحافت" کا دیدہ زیب پیراہن عطا کیا۔ انہوں نے اپنے قلم کو معاشرے کی اصلاح، فرد کی تربیت، کردار سازی اور ذہن سازی کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کا افتتاحی کالم "سچی باتیں" اتنا مقبول اور مشہور ہوا کہ بلاشائبہ تردید یہ کہا جا سکتا ہے کہ بیسویں صدی مسیحی کی اردو صحافت میں اس کی مثال نایاب نہیں کم یاب تو ضرور ہی ہے۔

کام یاب صحافی بے باکی و بے خوفی اور ہمت و جرأت کا پیکر ہوتا ہے۔ یہ بات اپنی کامل شکل میں صداقت شعار اور صدق نگار صحافی مولانا عبدالماجد دریابادی کی شخصیت میں پوری طرح جلوہ گر تھی۔ وہ ابطال باطل اور احقاق حق کے سلسلے میں کسی ملامت گر کی ملامت کی پروا نہیں کرتے تھے۔

مولانا دریابادی نے صحافت میں جس طرز نو

کی اساس ڈالی اس کو 'ماجدی صحافت' کہا جاسکتا ہے۔ 'ماجدی صحافت' کے اصول اور اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں؟ یہ جاننے کے لیے خود مولانا ہی کی ایک چشم کشا اور بیش قیمت تحریر ملاحظہ ہو۔ اس کے مطالعے سے یہ معلوم ہوگا کہ معیاری صحافت کے اصول اور ضابطے کیا ہیں؟ ایک صحافی کو اپنے فرایض کی انجام دہی میں کن امور کی پابندی کرنا چاہیے؟ صحافت جیسے فن شریف میں کن نکتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے؟ یہ مضمون ایک استفسار کے جواب میں ہے جو مورخہ ۲۹ رمارچ ۱۹۶۸ء کو 'صدق جدید' لکھنؤ میں ''ہفتہ وار صحافت کے آداب'' کے عنوان سے شایع ہوا ہے:

(۱) مقصود خدمت دین وملت رکھیے۔ عام خدمت خلق بھی اسی کے تحت میں آجاتی ہے۔

(۲) وطن کا بھی بڑا حق ہوتا ہے۔ جس طرح حق پڑوس کے، استاد کے اور اہل خاندان کے ہوتے ہیں۔ البتہ مسلمان ''پرستار'' وطن کا نہیں ہوسکتا۔ عبودیت کا یہ خصوصی تعلق تو صرف ذات حق کے لیے مخصوص ہے۔ اس کی مخلوق میں سے کسی کے حصے میں نہیں آسکتا۔

(۳) خبر برائے خبر کا روزناموں میں جو بھی درجہ ہو، ہفت روزہ میں تو یہ ایک تقریباً مہمل چیز ہوگی۔ ہفت روزہ میں اپنے تبصرے سے یا کم سے کم خبر کی سرخی ہی سے ہر خبر کو با مقصد بنا کر پیش کیجیے۔

(۴) پبلک کے جذبات کی محض نمایندگی پر ہرگز اکتفا نہ کیجیے۔ پبلک کے مذاق اور جذبات کی اصلاح کی کوشش بھی ہمیشہ جاری رکھیے۔

(۵) اپنی مقبولیت اور مرجعیت کا خیال کسے نہیں ہوتا؟ ایک حد تک یہ خیال بالکل قدرتی ہے لیکن اس جذبے کو ہمیشہ حدود کے اندر رکھیے اور اپنے اوپر غالب ہرگز نہ آنے دیجیے۔

(۶) صحافت ایک قسم کی تجارت نہیں ایک قسم کی عبادت ہے۔ بس اسی کو نصب العین بنا کر ہمیشہ اپنے سامنے رکھیے۔

(۷) دوسروں کا احتساب ہر پبلک معاملے میں ضرور کیجیے لیکن اپنے کو بھی احتساب سے بالا نہ خیال کیجیے۔ احتساب نفس کو سب پر مقدم رکھیے۔

(۸) بلاوجہ معقول کے، کسی کی دلآزاری کیا معنی، دل شکنی بھی گوارا نہ کیجیے اور مروت کے بھی حدود قائم کرلیجیے۔ ان سے آگے قدم نہ رکھیے۔

(۹) ملک کی اکثریت کا اور حکومت وقت کے قانون کا ضرور لحاظ رکھیے۔ حتی الامکان راہ سلامت روی کی اختیار کیجیے لیکن مرعوبیت اور احساس کمتری کی حد تک ہرگز نہ پہنچ جایے۔ صلح وسازگاری دوسری چیز ہے اور بزدلی اور خوشامد بالکل دوسری۔

(۱۰) بلاوجہ نہ کسی سے الجھیے، نہ خواہ مخواہ تکرار پیدا کیجیے لیکن دوسری طرف جھکیے اور گریے بھی نہیں۔

(۱۱) پبلک تنقید آزادی سے کیجیے لیکن ذات پات پر اتر آنے سے اپنے کو اہتمام کے ساتھ بچایے۔ کسی کے نسب پر، وطن پر یا شکل وصورت پر طنز کرنا سب ذاتیات ہی کی شکلیں ہیں۔

(۱۲) مزاح، شگفتگی، خوش طبعی، علامتیں شرافت نفس کی ہیں اور تفضیح، تضحیک اور پھکڑ بازی علامتیں دنائت اور سفلہ پن کی۔ اس فرق عظیم کو ہمیشہ نظر میں رکھیے۔

(۱۳) آپ بھی بہر حال انسان ہی ہیں اور سارے بشری جذبات رکھنے والے۔ غصے سے آپ بھی بھڑک اٹھتے ہیں۔ ایسے موقع پر نفس کو قابو میں رکھنا ہی آپ کی بلند کرداری کی دلیل ہوگی۔

(۱۴) دیانت کے امتحان بھی اس راہ میں سخت سخت آتے رہتے ہیں۔ اپنے کو بچانے کا اہتمام خاص رکھیے۔

(۱۵) غلطی کا امکان ہر بشر کی طرح آپ کے لیے بھی ہے۔ غلطی کا علم ہوجانے پر اس کے اعتراف سے، اسے واپس لینے سے، اس پر معذرت کرنے سے، ہرگز شرمایے، جھجکیے نہیں۔

(۱۶) جس طرح زبان سے نکلی ہوئی ایک ایک بات محل گرفت ہوسکتی ہے۔ اس طرح قلم سے نکلا ہوا ایک ایک لفظ بھی جرح کی زد میں آسکتا ہے۔ خیال کیجیے اور ڈرتے رہیے اُس وقت سے جب آپ کا سارا دفتر آپ کے سامنے ہوگا اور آخری اور حقیقی عدالت میں اس کے ایک ایک لفظ پر سوال ہو رہا ہوگا۔

مولانا دریابادی تازندگی ان بیش قیمت اصولوں پر عمل پیرا رہے اور ان کے اخبار (سچ، صدق اور صدق جدید) بھی انہی اصولوں پر گامزن رہے۔

یہ اصول وضوابط فنِ صحافت کے طلبہ کے لیے بہترین معلم ہیں۔ جو صحافی ان سولہ ماجدی صحافتی آداب کی رعایت کرے گا وہ یقیناً ایک کامیاب اور قابل تقلید صحافی ہوگا۔ گوکہ مولانا دریابادی نے مذکورہ بالا آداب ہفتہ وار صحافت کے تحریر کیے ہیں لیکن اپنی افادیت اور اہمیت کے باعث ہر قسم کے صحافیوں کے لیے یہ زریں اصول بہترین رہ نما کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان اصولوں کو فن صحافت کا ضابطۂ اخلاق کہا جاسکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

یونین بجٹ 2008-09 ایک عمومی جائزہ

انیس احمد ندوی

گذشتہ مہینہ بجٹ کا مہینہ تھا، ریل بجٹ پیش کیا گیا، مرکزی بجٹ پیش کیا گیا، بجٹ بھی ایک معمول کی چیز بن گیا ہے، اس سے عام آدمی کو کوئی خاص خوشی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا، کیونکہ جس مہنگائی سے وہ دوچار ہوتا ہے اس میں عموماً کوئی تخفیف نہیں ہوتی، بلکہ اضافہ ہی ہوتا ہے یہ پرنٹ والیکٹرانک میڈیا ہوتا ہے جو اسے بہت زیادہ ہائی لائٹ کرتے ہیں کیونکہ وہ تعمیری اور ملکی مفاد کے موضوعات سے خالی ہوتے ہیں اس لیے اس طرح کے موضوعات کو بڑے شدومد سے بیان کرتے ہیں تاکہ اس سے اپنی دیش بھکتی ثابت کرسکیں۔

پہلی مارچ کی صبح ملک کے سارے اخباروں کی شہ سرخیاں بجٹ کے بارے میں ہوتی ہیں، اخبارات اپنے اپنے انداز میں بجٹ کے بارے میں لکھتے ہیں، عموماً اخبارات اپنی پالیسیوں کو مدنظر رکھتے ہیں جو اخبارات پارٹیوں کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں، وہ اپنی پارٹی کی پالیسیوں کو مدنظر رکھ کر ہی کسی اہم چیز کے بارے میں اظہار رائے کرتے ہیں۔ کچھ اخبارات ایسے ہوتے ہیں جو کسی پارٹی سے وابستہ نہیں ہوتے ان کی رائے بالکل بے لاگ اور Straight forward (دیانتدارانہ) ہوتی ہے، یہ اخبارات بجٹ اور دوسری اہم ملکی پالیسیوں کے Pros & Cons (مالہ وماعلیہ) پر اچھی طرح بحث کرتے ہیں، ان کا تبصرہ عموماً بہت بہتر ہوتا ہے۔

جمہوری طرزِ حکومت میں حکومت اور لیڈران کا ہر عمل ووٹ سے وابستہ ہوتا ہے، مرکزی بجٹ بھی اس سے مستثنیٰ نہیں، ترقی پسند اتحاد کا یہ آخری بجٹ ہے اور آئندہ سال لوک سبھا الیکشن ہونا ہے، اس لیے الیکشن کو سامنے رکھ کر اس بجٹ کو بنایا اور پیش کیا گیا ہے، جہاں تک ممکن تھا وزیر مالیات پی چدمبرم نے اسے سوسائٹی کے ہر طبقہ کے لیے Friendlier (ہمدردومعاون) بنانے کی کوشش کی ہے حالانکہ Electorate (رائے دہندگان) کی یادداشت بہت مختصر اور قلیل وقتی ہوتی ہے، انہیں شاید ہی سال بھر پہلے کی کوئی چیز یاد رہ جائے، الیکشن پر اثر انداز ہونے کے لیے اس سے کچھ پہلے ہی کیے گئے Sops (عارضی تسلیاں/ ہمدردیاں) ہی کام آتی ہیں۔

وزیر ریل جناب لالو پرساد یادو نے بھی 2008-09 کا ریل بجٹ ایسا پیش کیا ہے جو کہ Common Man (عام آدمی) کے لیے سازگار وموافق ہونے کے ساتھ ساتھ Corporate World (اجتماعی واشتراکی دنیا) کے لیے بھی سازگار ہے، کرایہ میں تخفیف کے ساتھ متعدد نئی ٹرینوں کا اعلان کیا گیا ہے، سواریوں کے تحفظ کی طرف توجہ دی گئی ہے اور پورے نظام کو چست و درست نیز الٹراماڈرن (اعلیٰ قسم کی جدید کاری) بنانے کا وعدہ کیا گیا ہے۔

بجٹ کے لفظی معنی آکسفورڈ ڈکشنری میں یہ لکھے ہیں کہ وہ روپیہ جو کسی آدمی یا تنظیم کے پاس ہو اسے ایک مخصوص وقت میں خرچ کرنے کا منصوبہ یعنی روپے یا وقت وغیرہ کا انتہائی محتاط استعمال کا منصوبہ بنانا کہ اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو۔

اصطلاحی اعتبار سے ٹیکس وغیرہ کے ذریعے ہونے والی ملک کی آمدنی کا سرکاری بیان اور آئندہ اس کے خرچ کی تفصیلات کو Budget کہتے ہیں، بجٹ معاشیات کا ایک جزء ہے، معاشیات اور بجٹ کی تعریف میں بڑی یکسانیت اور ہم آہنگی ہے، معاشیات ایسا علم ہے جو دولت کی پیدائش، اس کی وجوہات، اس کے استعمال نیز اس کے نتائج سے بحث کرتا ہے اور بجٹ دولت کے محتاط استعمال کو کہتے ہیں، اس طرح Economy اور Budget تقریباً یکساں معنی میں ہوگئے، مختصراً یہ کہ معاشیات کا دائرہ وسیع ہے اور بجٹ زیادہ تر دولت کے محتاط استعمال پر زور دیتا ہے، البتہ اتنی بات قطعی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ معاشیات اور بجٹ کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور معاشیات کا تعلق سیاسیات سے بہت گہرا ہے۔

Financial Year (مالی سال) فرسٹ اپریل سے ۳۱ رمارچ تک ہوتا ہے، فروری کے اخیر میں Union Budget (مرکزی عمومی بجٹ) وزیر مالیات کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے جو معاشرہ کی انفرادی اور اجتماعی دونوں اکائیوں پر محیط ہوتا ہے اور Micro Economics (جزوی معاشیات) اور Macro Economic (کلی/ اجتماعی معاشیات) دونوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔ عام لوگوں کی زندگی پر اس کا گہرا اثر پڑتا ہے کیونکہ عموماً بجٹ کے بعد مہنگائی میں اضافہ ہوتا ہے، گرچہ بظاہر ایک دو قسم کے ٹیکس ختم کیے جاتے ہیں لیکن مزید کئی ٹیکس بڑھا دیے جاتے ہیں جس سے مہنگائی میں اضافہ ہی ہوتا ہے، گویا کہ بقول وزیر مالیات Heads I win Tails You Lose (چت بھی میری پٹ بھی میری) یعنی ہر حال

میں حکومت کا فائدہ اور عوام کا نقصان ہوتا ہے۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی فروری کے اخیر میں وزیر مالیات نے 09-2008 کا بجٹ پیش کیا جس کے بارے میں لوگوں کا ملا جلا ردِ عمل پایا جاتا ہے، بہت سے لوگوں نے اسے بہت اچھا اور عوامی بجٹ قرار دیا ہے جب کہ کچھ لوگوں نے اسے الیکشن کا بجٹ قرار دیا ہے یعنی الیکشن کو سامنے رکھ کر اسے تیار کیا گیا ہے، جب کہ خود پی چدمبرم کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم نے بجٹ سے معاشرہ کی ہر اکائی کو فائدہ پہونچانے کی کوشش کی ہے، اس بجٹ میں کسانوں کا، سرمایہ داروں کا، مالداروں اور فقراء کا، متوسط طبقہ کے لوگوں کا، عورتوں، بچوں، سینئر شہریوں کا صحت عامہ Health Sector، تعلیم، ترقی و تعمیر نیز بے روزگاری کا احاطہ کیا گیا ہے، نئے اسکول و کالجز کے قیام کے لیے بھی بجٹ منظور کیا گیا ہے، دلچسپی اور تفریحِ طبع کے سامان کے ٹیکس میں کٹوتی کی گئی ہے، بہر حال یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ کیا محض اسکیمیں بنانے، پروجیکٹ پاس کرنے اور بجٹ منظور کرنے سے ملک کی ترقی ہو جائے گی اگر ان اسکیموں کو Implementation عملی جامہ نہ پہنایا جائے۔

ہندوستان کی بیشتر آبادی دیہات میں رہتی ہے، لوگوں کی روزی روٹی کا انحصار کھیت کی پیداوار پر ہوتا ہے، اور کھیتی بھی Investment (سرمایہ کاری) مانگتی ہے اور چھوٹے کاشتکار اگر ان کے پاس کوئی باہری آمدنی نہیں ہے اس فاضل رقم سے محروم ہونے کی وجہ سے کھیتی میں روپیہ نہیں لگا پاتے، مجبوراً وہ قرض لیتے ہیں اور قرض بمشکل ادا کر پاتے ہیں اس لیے توہین اور سماج میں بے عزتی کے خوف سے وہ خودکشی کر لیتے ہیں، ہزاروں کسانوں نے قرض کے بوجھ سے دب کر خودکشی کر لی، ہندوستانی کسانوں کی اس نازک صورت حال کا اندازہ کرتے ہوئے ترقی پسند اتحاد نے کسانوں کے 60,000 کروڑ قرضے کی معافی کا اعلان کر کے ان کے آنسو پوچھے ہیں اور اس طرح UPA نے لال بہادر شاستری کے جے جوان جے کسان کے نعرے کو ایک بار پھر زندہ کر دیا ہے، گرچہ یہ مقدار ملک بھر میں پھیلے ہوئے اور قرض میں ڈوبے ہوئے کسانوں کے قرضوں کی ایک تہائی مقدار سے بھی کم ہے اور اونٹ کے منہ میں زیرہ کی مثال ہے لیکن چدمبرم کے اس اعلان نے بجٹ میں سرخاب کا پر لگا دیا ہے اور کیوں نہ ہو کہ گذشتہ NDA (قومی جمہوری اتحاد) سے تو یہ بھی نہ ہو سکا۔

بہر حال قرض کا معاف کرنا مسئلہ کا حل نہیں، اس سے تو مزید ان کی محرومیت میں اضافہ ہوگا، کیونکہ اس طرح بہت سارے کسان قرض کی ادائیگی میں سنجیدہ نہیں رہیں گے، بلکہ اسی امید پر قرضے لیں گے کہ اگلی حکومتیں اپنے کو کسانوں کا مسیحا ثابت کرنے کے لیے ان کے قرضے کو معاف کر دیں گی، اس طرح ان کی شقاوت میں مزید اضافہ ہوگا، ان کے لیے ایسے مستقل ذرائع پیدا کرنے چاہئیں جس سے انہیں کم سے کم قرض کی ضرورت پیش آئے اور جو قرض لیں انہیں گرامیٹر بینک کے ذریعہ Interest Free (غیر سودی) قرضے فراہم کیے جائیں اور کسان اچھی فصل اُگانے کے لیے جن آلات اور اشیا کا سہارا لیتا ہے ان کی قیمتوں میں تخفیف کی جائے اور غیر سودی نظام کے تحت فراہم کی جائیں اور پھر کسانوں کی فصل یعنی ان کی اناج کی قیمتوں میں اضافہ کیا جائے تا کہ وہ کسان جس کے پاس کھیتی کے علاوہ کوئی ذریعہ آمدنی نہیں ان کی زندگی بھی آسانی سے گزر جائے اور خودکشی کے مہیب غار میں قدم نہ رکھے، اور یہ اسی صورت حال میں ممکن ہے کہ جب Subsidized (حکومت کی طرف سے تعاون کے ذریعہ) قیمت پر انہیں Furtilizer وغیرہ ملے اور ان کی فصل اچھی قیمت پر مارکیٹ میں فروخت کی جائے۔

اس بجٹ میں تعلیم کو کافی اہمیت دی گئی ہے، 08-2007 میں تعلیم کا بجٹ 28,674 کروڑ تھا جسے اس سال کے بجٹ میں بڑھا کر 34,400 کروڑ کر دیا گیا ہے، 5,726 کروڑ کا اضافہ اتنے بڑے ملک کے لیے تقریباً ناکافی ہے اور پھر ایسے وقت میں جب ہم ماڈل اسکول کھولنا چاہتے ہیں اور ہر ریاست میں ایک مرکزی یونیورسٹی کے قیام کا ارادہ رکھتے ہیں۔

وزیر مالیات پی چدمبرم نے اس بجٹ میں انفرااسٹرکچر (وہ نظام جس پر منحصر ہو کر ملک چلتا ہے جیسے بجلی، پانی، سڑک وغیرہ کا نظام) کی تعمیر و بہبود کے لیے بہتر اقدامات نہیں کیے، انفرااسٹرکچر کی ترقی پر بہت سارے دوسرے نظام کی ترقی کا انحصار ہوتا ہے اس لیے اس کی طرف بھی دھیان دینا بہت ضروری ہے، اسی طرح وزیر مالیات نے اقلیتوں کی فلاح و بہبود کے لیے ایک خاص رقم کا اضافہ کیا ہے، اقلیتوں کے متعلق جسٹس راجندر سچر کی سفارشات پر عمل کرنے کے لیے 500 کروڑ سے رقم بڑھا کر 1,000 کروڑ کر دی گئی ہے، متعدد جہاتی ترقیات کے لیے اقلیتی غلبہ رکھنے والے 90 اضلاع کے لیے 3,780 کروڑ روپیہ خاص کیا گیا ہے، یونیورسٹی میں داخلہ سے پہلے کے مراحل کی اسکالرشپ کے لیے 80 کروڑ روپے اور 5 4، 5 4 کروڑ روپئے مدارس کی Modernisation (جدید کاری) کے لیے خاص کیا گیا ہے۔

ہندوستان ایک ایسا ملک ہے جہاں Health Care (صحت عامہ کی نگرانی کا سیکٹر) ۹۹ فیصد نجی شعبہ میں ہے، سرکار کی طرف سے عوام پر صرف ایک

فیصد صحت کے لیے خرچ کیا جاتا ہے، یہ مقدار اس قدر کم ہے کہ مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے، صحت کے سلسلہ میں حالیہ سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت ابھی اس شعبہ پر مجموعی بجٹ کا صرف ۰٫۳۹ فیصد خرچ کرتی ہے، مزید برآں اس تھوڑی سی رقم پر کرپشن کی لعنت، اترپردیش کی ودھان سبھا میں ۳ر جنوری 2008 کو ہیلتھ ڈپارٹمنٹ کا بجٹ پیش کرتے ہوئے وزیر صحت اننت کمار مسرا نے گذشتہ سال دواؤں کی خریداری کے سلسلہ میں زبردست گڑبڑی اور کرپشن کی طرف اشارہ کیا۔

حکومت کی NREGS (قومی دیہی روزگار گارنٹی اسکیم) ایک ناقص اسکیم ہے جس کے تحت پورے ہندوستان میں ۳۳۰ اضلاع کے اندر ۸۰ روپے یومیہ ۱۰۰ دن کا روزگار فراہم کیا جاتا ہے، بظاہر اس میں کوئی عیب نہیں کہ انسان کو کم از کم اس بے روزگاری کے دور میں سو دن کا روزگار مل جائے اور یہ فقیری نیز ہاتھ پھیلا کر مانگنے سے کہیں زیادہ افضل ہے لیکن یہ ایک نہ چلنے والی اسکیم ہے، کیوں کہ ملک کی مشینری کے بارے میں یہ پیشینگوئی کی جا سکتی ہے کہ اتنی بڑی اسکیم کو چلانے کی ان کے اندر مکمل سکت نہیں خصوصاً جب یہ مشینری کرپشن کی مہلک بیماری سے دوچار ہو، مشرقی یوروپ کی کمیونسٹ حکومتوں کا جب ۱۹۹۰ء کے ابتداء میں سقوط ہوا تو اس پر ماہرین کا یہی تبصرہ تھا کہ انھوں نے انسانی فطرت کے خلاف ایک اشتراکی نظام چلانے کی کوشش کی جو کہ انسانی نظام کے خلاف ایک بغاوت تھی اس لیے ان حکومتوں کا سقوط یقینی تھا، ایسے وقت میں جب کہ خود راہل گاندھی کا سرکاری اسکیموں کے سلسلہ میں یہ تبصرہ ہے کہ ان اسکیموں کا پانچ فیصد فائدہ مستحقین تک پہونچتا ہے، حکومت کا قومی دیہی روزگار گارنٹی اسکیم کا بجٹ 12,000 کروڑ روپئے سے بڑھا کر 16,000 کروڑ کر دینا ایک غیر دانشمندانہ اقدام ہے، اگر اس کے نفاذ میں شفافیت لائی جائے تو کسی طرح لوگوں کے لیے سودمند ثابت ہو سکتا ہے کمپٹرولر اور آڈیٹر جنرل کی ایک رپورٹ کے مطابق صرف ۳٫۲ فیصد گھر والوں کو اس اسکیم سے فائدہ ہو سکا یعنی صرف ۱۸ دن کی نوکری مہیا کرائی جا سکی، تاہم حکومت کا یہ دعویٰ ہے کہ ۳٫۷۲ کروڑ گھر والوں کو اس سے فائدہ ہوا۔ بہرکیف کوشش اس بات کی ہونی چاہئے کہ Unemployment (بے روزگاری) ختم ہو، لوگوں کو صاف ستھری زندگی گزارنے کے لیے ۱۰۰ دن کے بجائے ۳۶۵ دن بلکہ مستقل روزگار کے مواقع پیدا ہوں۔

Economic Survey 2007-08 (معاشی سروے) نے ۲۸ صوبوں کے اندر سروے کر کے بہت سے اہم سماجی و معاشی حقائق کو کھول کر سامنے رکھ دیا ہے، اس میں BPL (Below Poverty Line خط افلاس کے نیچے) کا تناسب، لوگوں کے ماہانہ (استہلاک) یا خرچ کرنے کی طاقت Inequality (ناہمواری) صحت اور تعلیمی حقائق شامل ہیں، پورے ہندوستان میں BPL کا تناسب ۲۷٫۵ فیصد ہے لیکن کچھ صوبے ایسے ہیں جہاں یہ گراف کافی آگے ہے اڑیسہ میں ۴۶ فیصد، بہار، چھتیس گڑھ، جھارکھنڈ میں ۴۰ فیصد، مدھیہ پردیش میں ۳۸ فیصد ہے، وہ صوبے جہاں BPL کا تناسب کم ہے ان میں پنجاب ۸٫۴ فیصد، اس کے بعد ہماچل پردیش، ہریانہ، کیرلا اور اندھرا پردیش ہیں سروے کے مطابق امیر و غریب کے درمیان خلیج وسیع ہوتی جا رہی ہے جو حکومت کے لیے قابل تشویش مسئلہ ہے، حکومت کو غریبی ختم کرنے کے لیے خصوصی توجہ کرنی ہوگی۔

اسی طرح اوسط ماہانہ فی کس خرچ کی طاقت کا اندازہ ٹھیک BPL رجحان کی طرح ہے، جو غریب صوبے ہیں وہاں لوگوں کے خرچ کرنے کی طاقت بہت کمزور ہے، بہر حال پورے ہندوستان میں ایک شخص کے خرچ کرنے کی طاقت 559 روپے ماہانہ دیہات میں اور 1052 روپئے شہر میں ہے، یہی حال کچھ کم و بیش اکثر صوبوں کا ہے، اسی سے آپ شہر اور دیہات کی معاشیات کا اندازہ لگا سکتے ہیں، ایک خوش آئند بات بجٹ کی یہ ہے کہ بجٹ میں ۱۷۱٫۱ کروڑ روپئے ایسے پروجکٹ کے لیے پاس کیے گئے ہیں جو ہندوستانی صنعت و تجارت کے لیے ۲۰۱۲ تک 448 ملین CERS (Certified Emission Reductions) کا سبب بنیں گے یعنی ایسے آلات و مشینوں کا استعمال ہوگا جس سے گیس وغیرہ کم نکلے، یقیناً یہ عمل Climate Change کے خطرہ کو ہم سب سے کم کرے گا، پہلی بار اس کی طرف توجہ کی گئی ہے اور بجٹ میں اس کے لیے رقم خاص کی گئی ہے جو ایک نہایت مثبت، موثر اور مفید اقدام ہے، یہ خوشی کی بات ہے کہ ہندوستان ٹریلین ڈالر کی اکانمی ہو گیا، معاشی سروے کے مطابق ملک کا GDP گذشتہ پورے سال (2007-08) ڈالر کے مقابلہ میں روپیہ کی طاقت کو دیکھتے ہوئے 1.16 ٹریلین ڈالر کے برابر رہا، لیکن دوسری طرف افسوسناک پہلو یہ ہے کہ آج بھی کروڑوں لوگ (مرد و عورتیں) قضائے حاجت کے لیے کھلے میدانوں، جھاڑیوں، سڑکوں اور ریل کی پٹریوں کے کنارے بیٹھ جاتے ہیں، یہ منظر نہایت نچلے درجہ کی غربت و افلاس کی عکاسی کرتا ہوا ملک کی ایک نہایت بری شبیہ پیش کرتا ہے، اس سلسلہ میں سنجیدگی سے غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆☆☆☆

فلسطین کے گرد تنگ ہوتا حصار

کیا صہیونیت اپنے عزائم میں کامیاب ہوجائیگی؟

سلمان نسیم ندوی

فلسطین میں نسلی تطہیر کا سلسلہ جاری ہے، بھاری ٹیکس، مکان بنانے پر پابندی، تنظیموں کو بند کرنے، نئی یہودی بستیوں کی تعمیر کی منظوری، دیوار بنا کر شہر کو مغربی حصہ سے الگ کرنے کا فیصلہ، بجلی، پانی کی سپلائی ٹھپ کرنے جیسے اقدامات نسلی تطہیری مہم کا حصہ ہیں، ۳۹۰۰ ہزار فیکٹریاں بند کی جاچکی ہیں، ۱۴۰؍ ہزار مزدور بے روزگار ہوگئے، سینکڑوں ملین ڈالر کا سامان اسرائیلی بندرگاہوں پر سڑ رہا ہے، باہری امداد کے تمام راستے بند کردئے گئے ہیں۔

فلسطین کی یہ حالتِ زار تقریباً روزانہ اخبارات کا موضوع بنتے رہتے ہیں، لیکن ان دلدوز و دلفگار حالات کا بیان امت مسلمہ کے سکون میں کوئی اضطراب پیدا نہیں کرتا، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خدانخواستہ یہ حالات اہل فلسطین کا مقدر بن چکے ہیں، غزہ پٹی پر حالیہ اسرائیلی جارحیت نے خواہ امت مسلمہ کو بے چین نہ کیا ہو لیکن اقوام متحدہ کے جنرل سکریٹری کے اسسٹنٹ جون ہولمز (باوجود یہ کہ اقوام متحدہ کی شناخت سُپر پاور طاقتوں کے ایجنٹ کی بن چکی ہے) کو بے چین کیا ہے، انہوں نے غزہ کی حالتِ زار پر تبصرہ کرتے ہوئے صحافیوں سے کہا کہ: ''غزہ کی ۸۰ فیصد آبادی (تقریباً ۱٫۵ ملین) کی معیشت کی بنیاد بیرونی امداد پر ہے، اسرائیل نے پٹی کی سرحدوں کو سیل کرکے اُن کو بھوکوں مارنے کی تیاری کرلی ہے، بیرونی امداد پر معیشت کے انحصار کی وجہ بھی اسرائیل کی ظالمانہ پابندیاں ہے جس نے پوری آبادی کو بے روزگار بنادیا ہے، اس دورہ میں مَیں نے جو کچھ دیکھا اور سنا اس سے مجھ کو دلی صدمہ پہونچا''۔

گذشتہ ماہ سے اسرائیل نے غزہ پٹی پر پابندیوں میں مزید اضافہ کردیا ہے جس کی وجہ سے پوری پٹی میں زندگی مفلوج ہوکر رہ گئی ہے، مجبوراً حماس نے ۲۳؍ فروری کو غزہ سے متصل مصری سرحد میں نقب لگایا، ہزاروں فلسطینی ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کے لئے اس راستہ سے مصر پہونچ گئے، بعد میں مصری افواج نے ان راستوں کو بھی بند کردینے کا 'کارنامہ' انجام دے کر صہیونی عزائم کی تکمیل میں حصہ لیا۔

تنظیم حقوقِ انسانی کی رپورٹ ہے کہ جنوری ۲۰۰۸ء میں اسرائیلی فوج نے ۹۶؍ فلسطینی شہریوں کو ہلاک کیا، جن میں سے ۱۷؍ شہری اچانک حملہ میں مارے گئے، جبکہ ۵۴۰؍ افراد کا اغوا کیا گیا جن میں ۵۰ سے زائد بچے ہیں، اس ہلاکت اور اغوا میں زیادہ تعداد غزہ پٹی کی ہے۔

فلسطین کی طبی ذرائع کی رپورٹ ہے کہ غزہ پٹی پر گذشتہ مہینوں سے عائد بدترین پابندیوں کے نتیجہ میں ادویات کا ذخیرہ ختم کے قریب ہے جس سے فلسطین اور خصوصاً غزہ کو ایک بھیانک اور خطرناک صورتحال کا سامنا کرنا پڑسکتا ہے۔

غزہ کی یہ مخدوش حالت منظم سازش کا نتیجہ ہے، صہیونی ذرائع ابلاغ کے مطابق صہیونی فوج نے یہ طے کیا تھا کہ مارچ ۲۰۰۸ء کی ابتداء میں منظم حملہ کرکے حماس کا خاتمہ کردیا جائیگا اور فلسطین کی مکمل قیادت دشمن ایجنٹ محمود عباس اینڈ کمپنی کے سپرد کردی جائیگی، اسرائیل اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے ایک طرف حماس کی شبیہ بگاڑتا رہا، دوسری طرف ۷۰؍ سے زیادہ سفراء ممالک کو اس نے دعوت دی کہ وہ حالات کا جائزہ لیکر اسرائیل کے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لئے راہ ہموار کریں، اور منظم طور پر اسرائیل کی 'مظلومیت' کا دکھڑا بیان کریں، وزارتِ خارجہ کے ترجمان نے کہا ہے کہ اس مہم کا مقصد یہ ہے کہ دُنیا اس بات سے واقف ہو جائے کہ حماس کی تخلیق کردہ مشکلات سے ہماری زندگی کس قدر اجیرن ہوگئی ہے۔

غزہ پٹی پر اسرائیل کی حالیہ جارحیت غزہ کی ۱۵؍ لاکھ آبادی کے ہولوکاسٹ کی طرف بڑھتے قدم ہیں جس کی دھمکی اسرائیلی قیادت برابر دے رہی ہے اور جس کی نیت اسی وقت کرلی گئی تھی جب ۱۴؍ جون ۲۰۰۶ء کو غزہ سے الفتح سیکورٹی فورسز کا انخلا عمل میں آیا تھا۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ۲۵؍ جنوری ۲۰۰۶ء میں حماس نے بھاری اکثریت سے کامیابی حاصل کرنے کے باوجود باصرار شکست خوردہ الفتح کو حکومت کی تشکیل میں حصہ لینے کی دعوت دی لیکن الفتح نے مغربی آقاؤں کے اشارہ پر اس دعوت کو مسترد کردیا، نتیجۃً حماس نے تنہا حکومت کی تشکیل کی، دیکھتے ہی دیکھتے امریکا، یورپ اور اسرائیل نے حماس حکومت کے لئے ہر طرح کی مالی امداد بند کردی، اسرائیل نے فلسطین کے ۵۵؍ ملین ڈالر ٹیکس کی واجب الاداء رقم دینے سے بھی انکار کردیا، سابق حکومت کے کارکنان نے مغربی آقاؤں کے ہاتھ مضبوط کرنے اور اپنے بھائیوں کے منھ سے لقمہ چھیننے میں دامے، درمے، قدمے، سخنے ہر طرح کا تعاون کیا، اس کے باوجود حماس نے ہمت نہیں ہاری، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب بلدیہ کے جمعداروں کو بھی تنخواہ دینا ممکن نہ رہا تب وزیر اعظم خود ان کے ساتھ مل کر غزہ کی سڑکوں پر صفائی کرنے کے لئے اتر آیا۔

دوسری طرف ان ہی لمحات میں امریکا نے صدر محمود عباس (ابومازن) کی صرف ذاتی حفاظت کے لئے آٹھ کروڑ ۶۰ لاکھ (۸۶ ملین) ڈالر کی امداد فراہم کی، بالآخر فلسطینی-صہیونی کے بجائے الفتح-حماس جھڑپیں ہونے لگیں، اس موقع پر مختلف اطراف واکناف سے مصالحت کی کوششیں ہوئیں، گذشتہ مارچ کا میثاق مکہ بھی اسی کی ایک وقتی کامیاب کوشش تھی، لیکن دشمن اس اتحاد کو کیسے برداشت کرسکتا تھا، چنانچہ اس معاہدہ کے بھی پرخچے اڑادئے گئے، اب دحلان (الفتح کی متنازع شخصیت) گروپ کی طرف سے حماس کے مختلف مراکز، اس کی سرپرستی میں چلنے والے رفاہی اداروں، اسکولوں اور یتیم خانوں پر حملے بولے جانے لگے اور عملاً خانہ جنگی شروع ہوگئی، اس موقع پر بھی حماس نے غیر معمولی دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک طرف حماس اور الفتح دونوں کے نوجوانوں کو پُرسکون رہنے کی تاکید کی تو دوسری طرف ملت مسلمہ کے مشترکہ دشمن صہیونیت کی طرف رُخ پھیرنے کے لئے اپنے حملوں کا رُخ اپنے بھائیوں کے بجائے اسرائیلی یہودی بستیوں کی طرف کردیا تاکہ فلسطینی عوام کو یاد دلایا جاسکے کہ ہمارا اصل دشمن کون ہے؟

حماس کی ان تدبیروں کا جب کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہوا اور حالات مزید بگڑتے چلے گئے تو مجبوراً حماس نے الفتح کے خلاف آپریشن کا فیصلہ کیا، جس کے جواز اور ضرورت کی شہادت الفتح کے چوٹی کے انصاف پسند لیڈروں نے دی، اس آپریشن کے نتیجہ میں ۱۴؍ جون ۲۰۰۶ء کو الفتح کی سیکورٹی فورسز کا غزہ سے انخلا عمل میں آیا، اس آپریشن کو محمود عباس نے بغاوت قرار دیکر اپنی خودساختہ حکومت کا اعلان کردیا، حیرت کی بات یہ ہے کہ محمود عباس کی اس خودساختہ عبوری حکومت کو سب سے پہلی مبارکباد اسرائیلی وزیر اعظم ایہود اولمرٹ اور امریکی صدر جارج واکر بش کی طرف سے موصول ہوئی، فوراً ہی اعلانات کا تانتا بندھ گیا کہ محمود عباس اور ہنگامی حکومت کو مالی امداد دی جائے گی اُن پر سے تمام پابندیاں اُٹھالی جائیں گی، غزہ پر مزید پابندیاں عائد کی جائیں گی، تیل، بجلی اور غذائی سامان بھی نہیں دیا جائیگا، ساتھ ہی اسرائیلی ٹینکوں نے غزہ کے گرد ونواح میں گھیرا ڈالنا شروع کردیا اور چھ فلسطینی نوجوان شہید کردئے گئے۔ (تلخیص: ترجمان القرآن [جولائی ۲۰۰۷ء] مضمون: فلسطین میں جمہوریت کا قتل از عبدالغفار عزیز)

اب چونکہ غزہ امریکا اور اسرائیل نواز عناصر سے پاک ہوچکا تھا، اور اس میں پندرہ لاکھ صرف وہ آبادی رہ گئی تھی جو کسی صورت میں اسرائیل کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں تھی، اور اس سے بڑی بات یہ کہ غزہ اسرائیل کے پیروں تلے سے زمین کھینچ لینے والی تنظیم حماس کا مرکز تھا، اس لئے اسرائیل کے لئے یہ سنہرا موقع تھا کہ وہ بغیر کسی جھجھک کے غزہ کو تہ وبالا کردے، بن گوریون یونیورسٹی کے پروفیسر ڈرور زئیفی نے اس موقع کو اسرائیل کے لئے ایک سنہری موقع قرار دیتے ہوئے ۱۸ جون کو اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے کہ ''ہم اگر کسی اعلیٰ پایے کی لیبارٹری میں بھی کوئی ایسا فارمولا تیار کرنے کی کوشش کرتے تو ناکام رہتے، اب حالات نے خود یہ فارمولا فراہم کردیا ہے کہ ہمارے سامنے دو فلسطینی دھڑے واضح تقسیم میں بٹے ہوئے ہیں جو جغرافیائی لحاظ سے بھی ایک دوسرے سے دُور ہیں، ہمیں کسی صورت یہ سنہری موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے''۔

۱۸ جون ہی کو عبرانی روزنامے ھآرٹز نے اپنے اداریے میں لکھا ہے کہ: ''محمود عباس کے اس دلیرانہ اقدام سے ایک نئے دور کا آغاز ہوا ہے اور اسرائیل کو اس سے بھرپور استفادہ کرنا ہے''۔

یہ ہے وہ موقع جس کو محمود عباس اینڈ کمپنی نے اسرائیل کو فراہم کی، غزہ کی موجودہ حالتِ زار اسی سازش کا نتیجہ ہے۔

فاقہ، مسلسل حصار، اغوا اور قتل کے پے درپے واقعات سے مجبور ہوکر حماس نے چند دنوں قبل اسرائیل کے ایک اسکول پر حملہ کیا، اس حملہ نے اسرائیل کو چراغ پا کردیا، یہاں تک صہیونی علماء نے فلسطینیوں کے قتل کو نہ صرف جائز بلکہ واجب قرار دیا ہے، عالمی برادری کو بھی حماس کی 'تشدد پسندی' اور اسرائیل کی 'مظلومیت' کا ایک نیا سرا ہاتھ آیا، عالمی برادری کا دوہرا سیاسی معیار اور اس سلسلہ میں اس کی بے شرمی اور ڈھٹائی اس قدر عالم آشکارہ ہے کہ کچھ مزید لکھنا بے سود نظر آتا ہے، لیکن ان قارئین کی یاددہانی بھی ضروری ہے جو عالمی برادری کے اشارہ پر میڈیا کے دجل وفریب کے شکار ہوجاتے ہیں کہ اگر حماس کا یہ مدافعانہ اقدام تشدد پسندی ہے تو لبنان-اسرائیل جنگ میں نابلس، غزہ اور دیگر فلسطینی آبادیوں میں جس وحشی پن کا مظاہرہ کیا گیا ہے جس میں ہزاروں معصوم شہری جاں بحق ہوئے اس کو کیا نام دیا جائیگا؟ تین صہیونی قیدیوں کی بات کو جنگ کا بہانہ ثابت کرتے ہوئے صہیونی وزیر خارجہ نے کہا تھا: ''حزب اللہ کو مارنے کے لئے اسرائیلی فوج ہر طرح کی کارروائی کے لئے آزاد ہے''۔ کیا اس بیان کو انسانیت نوازی کا منشور تسلیم کیا جائے گا؟ صہیونی جیلوں میں اب بھی ۹۸۵۰ فلسطینی قید ہیں جن میں ۳۵۹ بچے ۱۰۵ خواتین ہیں، خواتین قیدیوں میں سے تین کو حمل کی حالت میں گرفتار کیا گیا اور وہ قید ہی میں بچے جنم دینے پر مجبور ہوئیں، اس کو کس خانہ میں فٹ کیا جائے گا؟ صہیونی جیلوں میں ۱۸۳ فلسطینی قیدی موت کے گھاٹ اُتار دئے گئے ہیں ۷۲؍ کو بغیر سزا سنائے ۶۹؍ کو تشدد کرکے اور ۴۲؍ کو بیماری کے بعد کوئی طبی امداد فراہم نہ کرکے، کیا اس کو انسانی فعل قرار دیا جائے گا؟ ۱۹۵۶ء کی جنگ میں اسرائیلی فوج نے تمام مصری قیدیوں کو موت کے حوالہ کردیا، ۱۹۶۷ء کی جنگ میں ۹۰۰؍ مصریوں کو قید کیا اور سب کو قتل کر ڈالا، اگست ۱۹۶۷ء میں اسرائیلی فوج نے نہر سوئز پر تین ہزار قیدیوں کو قتل کیا، اکتوبر ۱۹۷۳ء کی جنگ میں دو ہزار قیدیوں کو اسرائیلی فوج نے ٹینکوں سے اُڑا دیا، کیا یہ اسرائیل کی 'انسانیت نوازی' کے نمونے نہیں ہیں؟ قارئین کو یاد ہوگا کہ صرف تحریکِ انتفاضہ کے دوران فلسطینیوں میں سے ۵۰ ہزار افراد کو مختلف اوقات میں جیلوں کی یاترا کروائی گئی لیکن شاید یہ ۵۰ ہزار انسان نہیں اسرائیلی نصابی کتابوں کے مطابق کیڑے مکوڑے ہیں، اس کے باوجود اگر حماس کی مدافعانہ کارروائی کو 'تشدد' کا عنوان دیا جائے تو اس سے بڑا

ظلم اور کیا ہو سکتا ہے، واضح رہے کہ اہل فلسطین اس وقت حکومت، اقتدار کی جنگ نہیں بلکہ بقاء کی جنگ لڑ رہے ہیں۔

قضیہ فلسطین کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اس کی بنیادوں پر کبھی غور نہیں کیا جاتا ہے، اسرائیل کا فلسطین کی سرزمین پر غاصبانہ قبضہ ہی اصل بنیاد ہے، لیکن کبھی اس کو موضوع بحث نہیں بنایا جاتا بلکہ ان ایشوز کو اٹھایا جاتا ہے جو اس قبضہ کا ردِ عمل ہیں، اس لئے عمل پر غور کئے بغیر ردِ عمل کو کبھی نہیں روکا جا سکتا۔

مسئلہ فلسطین کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اس کو سیاسی رنگ میں پیش کیا جاتا ہے، بہت کم لوگ ہیں جو اس کو دینی تناظر میں دیکھتے ہیں، واقعہ یہ ہے کہ جن مسلم ممالک پر استعماری تاخت وتاراج کے خلاف جد وجہد دینی پس منظر میں جاری رہی وہ کامیابی سے ہمکنار ہوئی اور پوری دُنیا کے مسلمانوں کو اس کی حمایت حاصل رہی، اس کی واضح مثال افغانستان اور عراق ہے، اس نقطہ کو دشمنوں نے بھی سمجھا ہے اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ ۶/دسمبر ۲۰۰۶ء میں عراق پر امریکی ہزیمت کی مرثیہ خوانی کرتے ہوئے بیکر ہملٹن رپورٹ پیش کی گئی تھی، بیکر نے اس میں لکھا تھا کہ مشرق وسطی میں امریکا کو درپیش بحران کا حقیقی حل عرب اسرائیل تنازعہ ختم کرنے میں مضمر ہے، یہ تجویز دراصل امریکا کی ہمہ گیر اسرائیل نوازی کا اعتراف تھا، اس امریکی اعترافِ حقیقت پر تنقید کرتے ہوئے اسرائیلی وزیر خارجہ اور دیگر افراد نے جیمز بیکر کو آڑے ہاتھوں لیا اور کہا: ”اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ مشرق وسطی اب وہ نہیں رہا جو اس بڈھے وزیر خارجہ کے دور میں ہوا کرتا تھا“۔ لیکن اس تنقید پر خود اسرائیلی تجزیہ نگاروں نے کارپردازانِ حکومت کا مذاق اُڑایا، بڑے صہیونی روزنامے ھآرٹز کے معروف تجزیہ نگار شلومو بن عامی نے لکھا تھا: ”یہ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں، مشرق وسطی اب واقعی وہ نہیں رہا، اب یہاں روز بروز توانا ہوتی ہوئی ریڈیکل اسلامی لہر ہے، اب یہاں شیعہ امپائر ایٹمی اسلحے کے حصول کی طرف تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے اور ممکن ہے کہ مصر اور سعودی عرب جیسے ممالک بھی اسی راہ پر جا نکلیں، اب شام کھلم کھلا دہشت گرد تنظیموں کی پشت پناہی کر رہا ہے، اسلامی تشدد پسند اپوزیشن اب فلسطینی اتھارٹی میں شامل ہے، لبنان میں بھی ان اسلامیان کی حیثیت معلوم ہے، علاقہ میں امریکی تسلط کے خاتمہ کے ساتھ ہی امریکی حلیف حکمرانوں کا اقتدار خطرے میں ہے، ان تمام امور نے مشرقِ وسطی کو بیکر کے زمانے سے کہیں زیادہ پُر خطر بنا دیا ہے، اب اسرائیل کا اپنے پڑوسی ملکوں کے سے تنازعہ صرف قومی تنازعہ نہیں رہا بلکہ اب اس تنازعے پر دینی اور ثقافتی رنگ غالب ہے جس سے یہ پہلے سے کہیں زیادہ خطرناک اور سنگین ہو گیا ہے“۔ (ہآرٹز ۱۸/دسمبر ۲۰۰۶)

شلومو بن عامی کے اس بیان میں اگرچہ واقعیت سے زیادہ 'اسلاموفوبیا' کا دخل ہے، لیکن اس کے بیان سے یہ حقیقت ضرور کھلتی ہے کہ جب کسی جد وجہد پر دینی و مذہبی رنگ چڑھ جاتا ہے تو وہ زیادہ خطرناک ہو جاتی ہے، اسی حقیقت کے پیشِ نظر بڑی چالاکی سے فلسطین کے مسئلہ کو سیاسی رنگ دیا گیا ہے تاکہ عام مسلمانوں کی توجہ اس پر سے ہٹائی جا سکے، کتنے افسوس کی بات ہے کہ وہ سرزمین جس کو قرآن نے 'بابرکت' قرار دیا، جو قبلہ اول اور تیسرا حرم ہے، اور جس کے سینہ میں ہماری لاتعداد دینی وتاریخی یادیں دفن ہیں، اس سرزمین پر غاصبانہ قبضہ کو عام سیاسی نظر سے دیکھا جائے، فلسطینی بحران کی ایک وجہ یہ بھی ہے، اور یہی وجہ ہے کہ عرب (دانستہ یا نادانستہ) فلسطین دشمن عناصر کے 'آلۂ کار' ثابت ہو رہے ہیں، حماس ان عربوں اور پورے مسلمانوں کی جنگ یکا و تنہا لڑ رہا ہے لیکن ہم نہ صرف اس کے تعاون سے گریز کے مُجرم ہیں بلکہ دشمنوں کے معاونت کے بھی مجرم ہیں جیسا کہ مصر کا رویہ ہے، لبنان۔اسرائیل جنگ میں حزب اللہ کے لیڈر حسن نصر اللہ نے کہا تھا کہ ہم عربوں سے یہ نہیں کہتے کہ تم ہمارا تعاون کرو بلکہ صرف یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہمارا راستہ چھوڑ دو! اگر عرب ممالک صرف حماس کا راستہ چھوڑ دیں تب بھی یہ اس کا بڑا تعاون ہوگا۔

پورے فلسطین اور خصوصاً غزہ پر ایسی ظالمانہ پابندیوں اور کاروائیوں کے باوجود حماس کے ارادے پست نہیں ہوئے ہیں اور آج بھی اسرائیل اس سے خائف ہے، اس کا اندازہ ذیل کی رپورٹ سے لگایا جا سکتا ہے، ”ایلی مویال“ سدیروت کے صدر کا بیان ہے کہ تقریباً تین ہزار یہودیوں نے علاقہ کو ہمیشہ کے لئے خالی کر دیا ہے، روزنامہ یدیعوت احرونت کی رپورٹ کے مطابق سدیروت کی سڑک پر دائیں بائیں دیکھتے چلیے ہزاروں مکانات ایسے نظر آئیں گے جن پر ”بکاؤ“ کا بورڈ آویزاں ہے، خطرہ ہے کہ آئندہ یہ خطہ بھوتوں کا مسکن نہ بن جائے، یہ سب فلسطینی مجاہدین کے مسلسل راکٹ داغنے کی وجہ سے ہے۔

عرب ممالک چاہے حماس کا ساتھ نہ دیں لیکن حق کی جد وجہد کا انجام ظاہر ہو کر رہے گا، غزہ پر اسرائلی کارروائیوں پر عرب لب کشا نہ ہوں لیکن تاریخ حماس کی برأت اور فتح ثابت کر کے رہے گی، تاریخ تو مستقبل میں مرتب ہوگی لیکن حماس کی کامیابی بازگشت ابھی سے سنائی دینے لگی ہے، جن دنوں غزہ سے الفتح کا انخلاء عمل میں آیا تھا اور صہیونی میڈیا اور مبصرین اسرائیل کو مشورہ دے رہے تھے کہ اسرائیل کو کچلنے کا یہ بہترین موقع ہے اس وقت روزنامہ معاریف میں اسرائیلی فوجی انٹیلی جنس کے سابق سربراہ شلوموگازیٹ نے یہ رائے دی کہ: ”الفتح اور ابو مازن اب تاریخ کے کوڑے دان کا حصہ بن چکے ہیں اور ہمیں کسی ایسی فلسطینی قیادت یا تحریک پر بھروسا نہیں کرنا چاہیے جسے مستقبل بہت پیچھے چھوڑ آیا ہے“۔ اس کا مزید کہنا ہے کہ: ”اسرائیل نے پہلے بھی تباہ کن غلطی کی تھی کہ فلسطینی عوام کو فوجی اور اقتصادی دباؤ کی نذر کیا، اب اگر ہم نے دوبارہ یہ غلطی دہرائی تو اس کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلے گا کہ فلسطینی عوام حماس کی جانب مزید یکسوئی سے لپکیں گے، ہمیں خود کو اس وہم کا شکار نہیں کرنا چاہیے کہ ہم گھڑی کی سوئیاں ۴۰ سال پیچھے گھما سکتے ہیں“۔

☆☆☆☆☆

کوسووا: یورپ کے قلب میں ایک اور مسلم ریاست

دورِ حاضر عالم اسلام کی تاریخ کا بدترین دور ہے۔ دنیا بھر میں مسلمان اپنی بقا کے لیے طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہیں۔ ہر محاذ پر تنقید و تضحیک کا نشانہ بن رہے ہیں۔ صفحۂ قرطاس خونِ مسلم سے رنگین ہو رہا ہے لیکن حریت پسند ہر جا جہدِ مسلسل میں مصروف ہیں اور یہی بات امید افزا ہے کہ حریت پسند تباہ تو ہو رہے ہیں مگر پسپا نہیں۔ ورنہ فلسطین، کشمیر، چیچنیا، عراق اور افغانستان میں جس طرح آزادی پسندوں کو زیر نگیں کرنے کی کوششیں کی جارہی ہیں وہ سب کے سامنے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے پوری دنیا میں ایک جنگ ہو رہی ہے جس کے دو ہی فریق ہیں، مسلم اور غیر مسلم۔ کہیں یہ جنگ گولہ و بارود سے لڑی جارہی ہے اور کہیں قلم سے اور کہیں زبان سے۔ بظاہر غیر مسلم اقوام کو برتری ہے لیکن ظلمتِ نیم شب میں نمودار ہونے والی روشن کرنیں باور کرا رہی ہیں کہ یہ برتری زیادہ عرصہ نہیں رہے گی۔

اسی طرح کی ایک روشن کرن کوسووا کی پارلیمنٹ کے اعلان آزادی میں نظر آئی۔ کوسوو سابقہ یوگوسلاویہ کے ٹوٹنے کے بعد بننے والی ۶ویں ریاست ہے۔ یہ دنیا کی 58ویں اور یورپ کی تیسری مسلم ریاست ہے، بوسنیا ہرزیگوینا کی آزادی سے کوسوو کے مسلمانوں کو تحریک ملی کہ ان کا بھی آزاد وطن ہونا چاہئے، کوسوو کی ۹۰ فیصد آبادی البانوی مسلمانوں پر مشتمل ہے جو مادر وطن کی آزادی کے لیے عرصۂ دراز سے سربیا کے خلاف برسرِ پیکار تھی جس نے یوگوسلاویہ ٹوٹنے کے بعد کوسوو پر قبضہ کر لیا تھا لیکن کوسوو کے جواں مردوں نے اسے قبول نہ کیا اور آزادی کی تحریک شروع کر دی جسے سرب فوج نے اپنی توپوں کے دہانے کھول کر کچلنے کی کوششیں شروع کیں جس میں کوسوو کے عوامی ہیرو ظاہر بازنی سمیت ہزاروں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا۔

1998ء میں تحریک آزادی میں تیزی آئی جس کی قیادت گوریلا کمانڈر ہاشم تھاسی نے کی اور پھر حالات کا دھارا دیکھتے ہوئے مذاکرات کا راستہ اختیار کیا گیا۔ اس موقع پر نیٹو اور چند دیگر اقوام نے بھی اپنے مفادات کے پیش نظر آزادی پسندوں کا ساتھ دیا کیونکہ انہیں بلقانی خطے میں روس مخالف طاقتوں کی ضرورت ہے۔ نیٹو اور اقوام متحدہ کی مداخلت سے سربوں کی درندگی تو نہ رکی البتہ کچھ کم ضرور ہوئی، پھر بھی پانچ لاکھ سے زائد باشندوں کو اپنی بقاء کے لیے ہمسایہ مسلم ریاست البانیہ میں پناہ گزین ہونا پڑا لیکن تحریک جاری رہی اور حریت پسند آزادی کے لیے قربانیاں پیش کرتے رہے۔ اب ۱۷/فروری کو ان کی قربانیاں رنگ لائیں اور ان کی پارلیمنٹ نے آزادی کا اعلان کر دیا، اس پر حریت رہنماء وزیر اعظم ہاشم تھاسی اور صدر فاطمیر سجدیو اور عوام مبارکباد کے مستحق ہیں لیکن ابھی کوسوو کو داخلی طور پر بھی بہت سے مسائل کا سامنا ہے، معیشت ابتر ہے اور بیروزگاری خطرناک حد تک پھیلی ہوئی ہے۔

امریکہ اور یورپی یونین کے اکثر ممالک نے کوسوو کی آزاد حیثیت کو تسلیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ امریکی صدر اور وزیر خارجہ نے تو مبارک باد کے پیغامات بھی بھجوائے ہیں اور جلد سفارتی تعلقات شروع کرنے کا وعدہ بھی کیا ہے۔ اقوام متحدہ اور نیٹو فورسز نے بھی امن وامان کے مکمل استحکام تک کوسوو میں رہنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے مگر سرب فوجیں بارڈر کراسنگ کی کوشش کر رہی ہیں اور کشیدگی مزید بڑھنے کے آثار نظر آرہے ہیں۔ سرب باشندوں کی طرف سے جلاؤ، گھیراؤ اور مظاہرے ہو رہے ہیں۔ امریکن سفارت خانہ بھی نذر آتش کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ چند دیگر بڑی طاقتوں نے بھی کوسوو کے اعلان آزادی پر اپنے مفادات کے پیش نظر خدشات کا اظہار کیا ہے۔ ایسی طاقتیں، جہاں ریاست کے اندر علیحدگی کی تحریکیں چل رہی ہیں، وہ کوسوو کی خود مختاری کو مناسب نہیں سمجھ رہی ہیں کیونکہ اس طرح ان کے اندر ٹوٹ پھوٹ کا عمل مزید تیز ہو جائے گا اور ان کی مقبوضہ ریاستوں میں علیحدگی پسندوں کے حوصلے بلند ہوں گے کیونکہ کوسوو کی آزادی دیگر خطوں میں جبر و استبداد کے خلاف برسرِ پیکار آزادی کے متوالوں کے لیے امید کا پیغام ہے۔

روس نے شدید ترش الفاظ میں ردِ عمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو ممالک بھی کوسوو کی آزادی تسلیم کریں گے انہیں اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔ دوسری جانب سرب حکومت کا ردِ عمل بھی تشویشناک ہے۔ سرب حکومت کا کہنا ہے کہ کوسووا اس وقت تک سربیا کا حصہ رہے گا جب تک وہاں ایک بھی سرب باقی ہے۔ سرب حکومت کا یہ بھی کہنا ہے کہ ہر اس ملک سے سفارتی تعلقات منقطع کر لیے جائیں گے جو کوسوو کو تسلیم کرے گا اور اس پر عمل کرتے ہوئے سربیا نے اٹلی سے اپنا سفیر واپس بلا لیا ہے۔ سرب صدر نے دیگر ایسے عزائم کا اظہار کیا ہے جس سے خدشات ابھرے ہیں کہ کہیں سربیا اب کوسوو میں بوسنیا ہرزیگوینا والی تاریخ دہرانا تو نہیں چاہتا، کیا بلقانی مسلمانوں کو ایک اور ملاسوچ کا سامنا کرنا پڑے گا، کیا کوسوو میں بھی بوسنیا کی طرح مزید لاشوں کے ڈھیر لگیں گے، کیا بوسنیا کے عوام کی طرح کوسوو کے باشندے بھی عالمی امداد کا انتظار کرتے رہیں گے اور عالمی دنیا حسب معمول خاموشی سے تماشا دیکھے گی اور سلامتی کونسل اظہارِ افسوس کے ایک آدھ بیان پر اکتفا کرے گی۔

اقوامِ عالم پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ کوسوو کے اعلانِ آزادی کا خیر مقدم کریں۔ اس کی آزاد حیثیت کو تسلیم کریں، اس کے ساتھ سفارتی تعلقات کا آغاز کریں اور کوسوو کے ساتھ دیگر ضروری معاونت کریں تاکہ وہ مستحکم ہو سکے کیونکہ اگر وہ مضبوط ہوگا تو سربیا سے محفوظ رہے گا، لیکن اصل ذمہ داری مسلم ممالک کی ہے کہ وہ کوسوو کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں اور اسے اپنے قدموں پر کھڑا ہونے میں مدد فراہم کریں کیونکہ کوسوو اب مسلم امہ کا باقاعدہ حصہ بن گیا ہے۔ او آئی سی کو بیان بازی پر اکتفا کرنے کی بجائے مربوط لائحہ عمل طے کر کے اس پر فوراً عملی کام کا آغاز کرنا چاہئے۔ اقوامِ متحدہ کو بھی چاہئے کہ کوسوو میں امن وامان کی صورت حال کی بحالی اور سرب فوجوں کی جارحیت سے کوسوو کے بچاؤ میں فعال کردار ادا کرے تاکہ اس کے دانشور یرین سے کچھ دھبے چھٹ جائیں۔

(بشکریہ ایشیاء پاکستان)

☆☆☆☆☆

سوال وجواب

مفتی محمد ظفر عالم ندوی

سوال: ایک صاحب اپنی تمام جائداد غیر منقولہ اپنی حیات میں اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ تقسیم کا بہتر طریقہ کیا ہے؟ کیا جائیداد اصولِ وراثت پر تقسیم کی جائے یا تمام اولادوں کو برابر برابر جائیداد دی جائے؟

جواب: اپنی زندگی میں اگر جائیداد تقسیم کرنی ہو تو برابر برابر تقسیم کرنا بہتر ہے، یعنی لڑکے اور لڑکیوں میں ہر ایک کو مساوی طور پر دینا زیادہ بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کے اس طرح کے معاملہ میں اولاد کے درمیان برابری ہی کا حکم فرمایا ہے۔ ہاں اگر کوئی اصولِ وراثت پر تقسیم کرنا چاہے تو ایسا کرنا جائز ہے۔

سوال: زید لاولد ہیں، انھوں نے اپنی بہن کے بیٹے کو گود لیا تھا، اب عمر کی آخری منزل میں چاہتے ہیں کہ کل جائیداد انہی کو وصیت کردے جبکہ زید کے اور بھتیجے بھی ہیں کیا ایسا کرنا شرعاً درست ہے؟

جواب: زید کو چاہئے کہ اپنی جائیداد کا ایک تہائی حصہ اپنے گود لینے والے بھانجہ کو وصیت کردے، باقی دو تہائی حصے دوسرے شرعی وارثوں کے لیے رہنے دے، یہی اس کے لیے بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن وقاصؓ کو اسی کی تاکید فرمائی تھی۔ (مشکوٰۃ/۲۶۵)

سوال: ایک مسلمان نے اپنی دوکان ایک غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کردی، خریدار نے اس میں شراب کا کاروبار شروع کردیا ہے، اس کی وجہ سے محلہ کے دیندار لوگ اس مسلمان پر خفا ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ تم اس حرام کے مرتکب ہو اور گناہ تم پر ہوگا؟ واضح فرمائیں کہ شرع کا کیا حکم ہے؟

جواب: مسلمان نے دوکان جب شراب فروشی کے لیے نہیں دی ہے اور شراب فروشی ایک غیر مسلم کا عمل ہے اور مسلمان کا اس میں کوئی عمل دخل بھی نہیں ہے لہٰذا یہ گنہگار نہیں ہوگا، ہاں اگر مسلمان نے علم کے باوجود غیر مسلم کے ہاتھ دوکان فروخت کی تاکہ شراب کا کاروبار ہو تو مسلمان گنہگار ہوگا۔ مفتی شفیع صاحبؒ نے جواہر الفقہ ۴۵۱/۲ میں لکھا ہے، علم کے باوجود فروخت کیا ہے تو یہ مکروہ ہے اور یہ گنہگار ہوگا۔

سوال: اگر کسی نے دل ہی دل میں کوئی نذر مانی اور زبان سے کچھ نہیں کہا تو یہ نذر واجب ہوگی یا نہیں؟

جواب: نذر منعقد ہونے کے لیے زبان سے کہنا شرط ہے، صرف دل میں نیت کرلینے سے نذر واجب نہیں ہوتی ہے، علامہ ابن عابدینؒ نے صراحت کی ہے کہ نذر واجب ہونے کے لیے زبان سے اس کا ذکر ضروری ہے۔ (ردالمختار/۱۴۱)

سوال: ایسی عورت جو شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ چلی گئی ہو تو کیا اس کا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہوگا؟

جواب: جو عورت شوہر کی اجازت کے بغیر میکہ چلی گئی ہو وہ ناشزہ (نافرمان) ہے اور ناشزہ کا نان ونفقہ شوہر پر واجب نہیں ہوا کرتا ہے۔ علامہ کاسانیؒ نے بدائع الصنائع میں صراحت کی ہے، ناشزہ کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے۔ (بدائع الصنائع ۴۲۳/۲)

سوال: ایک شخص کے پاس رہائش کے علاوہ ایک مکان ہے جس سے کرایہ آتا ہے سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ مکان کی قیمت پر ہے یا کرایہ سے جو آمدنی ہو اس پر ہے؟

جواب: مکان اگر رہائش کی غرض سے نہیں بلکہ آمدنی کی غرض سے ہو تو اس سے حاصل شدہ کرایہ پر زکوٰۃ ہوگی۔ مکان کی قیمت پر نہیں۔ (حاشیہ طحطاوی، ص ۱۴/۷)

سوال: دو دوستوں نے مل کر تجارت شروع کی، پونجی دونوں نے لگائی ہے، سوال یہ ہے کہ زکوٰۃ منافع تقسیم کرنے سے پہلے نکالی جائے گی یا بعد میں، کیا پونجی میں بھی زکوٰۃ واجب ہوگی یا صرف منافع میں؟

جواب: تجارت کی چیزوں میں سال پورا ہونے پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور یہ زکوٰۃ صرف منافع ہی سے نہیں بلکہ اصل مال پر واجب ہوگی۔ سال پورا ہونے کے بعد زکوٰۃ نکالی جائے گی اس کے بعد منافع تقسیم کیے جائیں۔ (فتاوی ہندیہ الفصل الثانی فی العروض۔ ۱۷۹/۱)۔

سوال: ایک کسان کے پاس ٹریکٹر ہے اس سے وہ اپنی کھیتی بھی کرتا ہے اور کرایہ پر دوسروں کے کھیت بھی جوتائی کرتا ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ایسے ٹریکٹر پر زکوٰۃ واجب ہوگی؟ اس کی مالیت پر زکوٰۃ ہوگی یا اس سے حاصل شدہ کرایہ پر؟

جواب: صنعت وحرفت کے آلات اور مشینوں میں زکوٰۃ واجب نہیں ہے، البتہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی اگر نصاب زکوٰۃ کے بقدر ہو تو زکوٰۃ واجب ہوگی، ٹریکٹر فروخت کے آلات میں سے ہے اس لیے اس پر زکوٰۃ نہیں ہے البتہ اس سے حاصل ہونے والی آمدنی اگر بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ (رد المختار، ۲/۷-۹)

☆☆☆☆☆

عالمی خبریں

محمد فرمان ندوی

☆لندن کی یہود نمائندگان کونسل نے اعلان کیا ہے کہ اب اس کے مشیر خصوصی کی حیثیت سے ایک مسلمان اسکالر کا تقرر کیا جائے گا، تاکہ یہودی اور اسلامی مدارس کے مابین امور پر بآسانی تبادلہ خیال ہوسکے، یہ اپنی نوعیت کا پہلا واقعہ ہے، مبصرین کا کہنا ہے کہ اس سے ثقافتی تعلقات مستحکم ہوں گے، اور باہم مذاکرات کے مواقع ملیں گے، واضح رہے کہ اسلامی مدرسہ ایسوسی ایشن کے زیر انتظام تقریباً ۱۳۰ مدرسے لندن میں چل رہے ہیں، جبکہ ۱۱۲۰ اسکول یہودیوں کے بھی ہیں، اور کئی برسوں سے اعلی کمان سینٹرس میں بیشمار مسلمانوں کا تقرر ہوا ہے، ۱۹۹۱ء میں ایک برطانوی جیل میں قیدیوں کے امور کی نگہداشت کے لئے ایک مسلم نوجوان مقصود احمد کا تقرر ہوا تھا جس سے دعوت کے کام کو بہت فروغ ملا، اسی جیل میں مسلمان قیدی باجماعت نماز کا اہتمام کرتے ہیں اور ۱۳۰ جیلوں میں ائمہ کی خدمات حاصل ہیں جو وقتاً فوقتاً جیل آتے جاتے رہتے ہیں۔

☆اس سال خادم الحرمین الشریفین شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کو شاہ فیصل ایوارڈ کے لئے منتخب کیا گیا ہے، شاہ موصوف کی ذات اس کی مستحق بھی تھی، امن وسلامتی کے فروغ اور مسائل کو حل کرنے کے لئے مذاکرات کے انعقاد میں آپ کی ایک شناخت قائم ہے، اس سال حرمین کی توسیع، مطاف اور جمرات پل کی تعمیر آپ کے نمایاں کارنامے ہیں۔

☆فرانس کے کیتھولک روزنامہ "لاکروا" میں شائع شدہ رپورٹ کے مطابق فرانسیسی مسلمانوں کی تعداد پانچ ملین سے بھی زائد ہوگئی ہے، اور وہ دینی عبادات کو بہت ہی اہتمام کے ساتھ ادا کرنے کی طرف راغب ہیں، اس کا صحیح اندازہ اس رپورٹ سے ہوگا کہ ۲۰۰۱ء میں رمضان کے مہینہ میں روزہ رکھنے والوں کی تعداد ۱۶/فیصد تھی، اب ۲۰۰۷ء میں یہ تعداد ۷۰/فیصد تک متجاوز ہوگئی ہے، فرانس میں سیکولرزم کو خاص رواج حاصل ہے، مذہبی آزادی کی وجہ سے شعائر اسلام کو ادا کرنے میں بہت آسانی ہورہی ہے، تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ اس بیداری کے پیچھے دو سبب ہیں: (۱) مسلمانوں کو اپنی ثقافتی اور دینی حیثیت کے مضبوط کرنے کا رجحان۔ (۲) غیر مسلموں سے اپنے بنیادی اختلافات کی وضاحت۔

☆ایتھوپیا میں الھیئۃ العالمیۃ کے زیر اہتمام تعارف اسلام مہم میں ۱۴۴/افراد نے اسلام قبول کیا ہے، واقعہ یوں ہے کہ وہاں کے عیسائیوں اور مسلمانوں کے مابین ایک مناظرہ منعقد ہوا، اس میں بیس عیسائی پادری شریک ہوئے، چھ گھنٹے تک چلے اس پروگرام میں دس ہزار عیسائی اور مسلمان شریک ہوئے، احقاق حق کے بعد ۱۴۴ عیسائی مرد وعورت نے اسلام قبول کیا، قابل ذکر بات یہ ہے کہ ان میں تین پادری بھی ہیں، دوسری طرف ریاستہائے متحدہ امریکہ کے شہر کوین کے ایک پوپ نے قرآن کے مطالعہ سے اسلام قبول کیا ہے، ان کا بیان ہے کہ قرآن کھولتے ہی میں میری نگاہ اس آیت پر پڑی ﴿ذلك الكتاب لا ريب فيه هدى للمتقين﴾ یہ ایک ایسی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں، پرہیزگاروں کے لئے ہدایت نامہ ہے، اس آیت کو پڑتے ہی میں چونک پڑا، عموماً کتابوں میں مصنفین اپنی بے بضاعتی اور علمی کم مائیگی کا اظہار کرتے ہیں اور اس کی کوشش کرتے ہیں کی ان کی تحریر نگاہ شوق سے پڑھی جائے، لیکن قرآن کا انداز نرالا ہے، اس کا اعلان ہے کہ یہ کتاب ایک ثابت شدہ حقیقت ہے، اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں، اسی پہلو نے مجھے اسلام سے متاثر کیا۔

☆نائیجیریا میں ایسا قانون پاس ہوا ہے جس سے سرمایہ داروں کو لازمی طور سے زکاۃ دینی ہوگی، اس کی مخالفت کی صورت میں یا تو انہیں جیل جانا ہوگا یا مالی تاوان دینا ہوگا، وہاں کی شریعت کمیٹی کے ترجمان بالا احمد نے کہا کہ ملک میں بہت سے مالدار ہیں جو بالکل زکاۃ نہیں دیتے، اب ان سے ہمیں زکاۃ لینا آسان ہوگا، سال گذشتہ شریعت کمیٹی کے توجہ دلانے سے ۲۳ ہزار امریکی ڈالرز زکاۃ میں نکالے گئے۔

☆شیخ ابو سلام احمد عبداللہ مصر میں اسلامک اکیڈمی برائے مطالعۂ مذاہب کے ذمہ دار ہیں، انہوں نے "المجتمع" کو دیئے ہوئے ایک انٹرویو میں واضح کیا ہے کہ مصر میں ۸۰/عیسائی روزآنہ اسلام قبول کررہے ہیں، جب میں نے اسلام کی نشرواشاعت کی خدمت شروع کی، تو میڈیا کے ایک ذمہ دار نے کہا: اے ابو سلام! اللہ سے ڈرو، کیا کوئی آدمی اسلام بھی قبول کرے گا، لیکن اب ان کا یہ تاثر ہے کہ ہمارے بچے اور بچیاں اخلاق باختہ ہورہی ہیں، آپ کا مرتب کردہ تربیتی نظام بہت مثمر ہے۔

☆ایک یہودی کالم نگار نے اعتراف کیا ہے کہ اوائل مارچ میں صہیونی فوج کو پانچ دنوں تک جاری کارروائی میں سخت مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا، فوج کا اعتراف ہے کہ شمالی غزہ پٹی میں جیسے وہ گئی تھی ویسے خالی ہاتھ واپس آئی، حماس کے کارکنان مسلسل بمباری کرتے رہے، روزآنہ اس کا تناسب ۴۰-۵۰ تھا، حماس کے مقتولین کی تعداد اس وجہ سے کم ہے کہ پیشگی اندیشے کے پیش نظر انہوں نے اپنے علاقے خالی کردیئے تھے، ابھی حال ہی میں اسرائیلی اخبار ہآرٹز نے انکشاف کیا ہے کہ دو سال میں مقبوضہ علاقہ میں فلسطینیوں کی تعداد یہودیوں سے کئی گنا زائد ہوجائے گی۔

☆☆☆☆☆

روداد

کلکتہ اجلاس کے بعد تین دن شہر رانچی میں
ناظم ندوۃ العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

محمود حسن حسنی ندوی

شہر نشاط کلکتہ میں منعقدہ بیسویں اجلاس مسلم پرسنل لا بورڈ میں صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے شرکت فرمائی بلکہ اور بھی پروگراموں کو اپنے قدوم میمنت سے رونق بخشی، مولانا حکیم عرفان الحسینی صاحب، سلطان احمد صاحب، منظر جمیل صاحب اور مشتاق احمد صاحب کے حسن تدبیر سے بہترین نظم ونسق رہا، قاری اسماعیل ظفر صاحب بھی پیش پیش رہے، مولانا ابو محفوظ کریم معصومی کی دعائیں اور سرپرستی رہی جو کلکتہ کی ہی نہیں، علمی دنیا کی ایک مایۂ ناز اور نمونۂ سلف شخصیت ہیں، جناب شہود عالم صاحب جو رجال دین سے گہرا ربط رکھتے ہیں ان دنوں تھے نہیں، آخری دن آئے تو تلافی مافات کرنے لگے، حضرت مولانا مدظلہ، مولانا معصومی زید مجدہم کی زیارت کو ایک وقت گئے، ہم لوگ بھی ساتھ تھے، انہیں اور ان کی کتابیں دیکھ کر سلف کی یاد تازہ ہوگئی۔

پھر رانچی جو تشکیل ریاست جھارکھنڈ کی راجدھانی ہے تشریف لائے، اسی روز شام کو تھوڑے فاصلہ پر انکی میں واقع مدرسہ امداد العلوم کے ۲۷ ویں سالانہ جلسہ تعلیمی میں خطاب فرمانا تھا، سینکڑوں کی تعداد میں لوگ موٹر کار اور موٹر سائیکل پر سوار استقبال کے لیے کئی کیلومیٹر پہلے آگئے تھے، ان کے بیچ حضرت مولانا کا قافلہ مدرسہ امداد العلوم انکی پہونچا، جہاں پہلے سے خلقت امنڈ پڑی تھی، مولانا نے اپنے خطاب میں اصلاح معاشرہ کو موضوع بنا کر سماج میں پھیلی برائیوں کے ازالہ کی طرف توجہ دلائی اور کہا کہ شادیوں میں جہیز کا لینا اور فضول خرچی، عورتوں کی حق تلفی، وراثت میں ان کا حق نہ دینا، اور سود ہمارے سماج کی بدترین لعنت ہے، جسے ترک کئے بغیر معاشرے کی فلاح و بہبود اور ترقی قطعی ممکن نہیں، باپ کی جائداد میں بہن کو حصہ دار بنائیں، دادا کی جائداد میں پھوپھی کو حصہ دار بنائیں، یہ عورتوں کا حق ہے، اس کی ادائیگی کا عمومی مزاج اور ماحول بنایا جائے۔ انہوں نے کہا کہ اسلام میں سب سے آسان کام نکاح ہے لیکن ہم نے اپنے اعمال سے اسے مشکل ترین کام بنادیا ہے، جس کی وجہ سے لڑکیوں کی شادی مشکل ہورہی ہے، جس کا نتیجہ دختر کشی کی صورت میں ظاہر ہونے لگ گیا یعنی پیدائش سے پہلے ہی اس سے چھٹکارا پانے کی کوششیں ہونے لگ گئی ہیں، جب کہ یہ اللہ کو بڑا ہی ناپسند ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ سخت گرفت فرمائے گا، اسی وجہ سے سود کو بھی رواج ہورہا ہے جو کہ ایسا برا کام ہے کہ جس کے کرنے والے سے اعلان جنگ کیا گیا ہے، اسی طرح ولیمہ سنت ہے لیکن اس میں بے توجہی برتی جاتی ہے اور اکثر غریبوں کو نظر انداز کیا جاتا ہے، اسی طرح بیوی، بہو کی نمائش کرنا بھی غلط ہے، سود کے سلسلہ میں ڈراتے ہوئے کہا کہ چاہے ایل آئی سی کی شکل میں ہو یا بینکوں کی دیگر سہولت کی شکل میں یہ سراسر ناجائز اور حرام ہے۔

مولانا نے قرآن مجید سے نصیحت حاصل کرنے اور اسوۂ نبوی کو اختیار کرنے پر زور دیا، جلسہ کو استاد گرامی مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری صاحب نے بھی خطاب کیا، جس میں انہوں نے تعلیم پر بہت زور دیا اور خصوصیت سے تعلیم نسواں کی طرف توجہ دلائی، اس کے ساتھ انہوں نے اللہ کی پسند کے کاموں کو اختیار کرنے کو کہا اور کہا کہ ایسا کرنے والوں کی تمناؤں اور آرزؤں کی بھی اللہ تعالیٰ لاج رکھتا ہے۔ شہادت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے امت کو جو سبق ملتا ہے اس پر بھی انہوں نے روشنی ڈالی اور کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے شہادت کی تمنا کی تھی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اولاد میں نواسہ حضرت حسینؓ کے ذریعہ یہ تمنا پوری فرمائی۔

جلسہ کا انعقاد مولانا خورشید احمد رشیدی کی کوششوں سے ہوا، اس میں ناظم امارت شرعیہ بہار و اڑیسہ وجھارکھنڈ مولانا انیس الرحمٰن قاسمی نے بھی شرکت کی اور خطاب بھی فرمایا جس میں انہوں نے زندگی کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا اور تقویٰ پر زور دیا۔

اگلے روز (۵/مارچ کو) حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے فاطمہ ایجوکیشنل اینڈ ہیلتھ ٹرسٹ انکی کے زیر اہتمام رائزنگ اسٹار پبلک اسکول کا سنگ بنیاد بھی رکھا، نسیم انور ندوی اس ٹرسٹ کے چیئرمین ہیں، اور ایک فعال نوجوان ہیں، مولوی عمر بن عبدالعزیز ندوی کے قائم کردہ ادارہ مدرسۃ الفاروق بھی تشریف لے گئے جو اس سے تھوڑی فاصلے پر واقع ہے، البتہ مولانا مدظلہ کلیۃ البنات للتربیۃ الاسلامیہ پر ہے باٹ کے جلسہ تقسیم اسناد میں تشریف نہ لے جاسکے جب کہ ان کی نمائندگی مولانا محمد خالد صاحب ندوی غازی پوری استاد دارالعلوم ندوۃ العلماء نے کی، اس موقع پر رانچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر اے اے رحمٰن خاں، جج مشتاق احمد انصاری اور دیگر عمائدین شہر موجود تھے، مولانا محمد خالد صاحب دام ظلہ نے فرمایا کہ علم ایسی دولت ہے کہ جس کے بغیر نہ ہی دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں ہماری کامیابی ہے، لڑکیوں کے لیے تعلیم کو ضروری قرار دیتے ہوئے کہا کہ ان میں تعلیم کے رواج سے ہی معاشرہ میں بیداری آئے گی، اس تقریب میں استاذ محترم کے ساتھ مولوی معاذ احمد کاندھلوی استاد ادب مظاہر علوم سہارن پور اور کاتب الحروف بھی شریک رہے۔

"ایک شام کلیم عاجزؔ کے نام"

جناب ڈاکٹر کلیم عاجز ایک معروف، دلسوز اسلامی شاعر ہیں، ان کی غزلیات اپنا الگ نشان اور امتیاز رکھتی ہیں، انہیں عصر حاضر کا میر تقی میر کہا گیا مگر بعض لوگ اس سے اختلاف کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ میر تقی میر کی شاعری میں جو پیچیدگی ہے وہ کلیم عاجز کی شاعری میں نہیں پائی جاتی، کلیم عاجز کی شاعری میں انسانیت کا پیام ہے اور حیوانیت سے جنگ ہے، وہ جس لَے میں اپنا کلام پیش کرتے ہیں گویا قیامت برپا کردیتے ہیں اور بزبان خود ؎

بیاں جب کلیم اپنی حالت کرے ہے
غزل کیا پڑھے ہے قیامت کرے ہے

عالمی رابطۂ ادب اسلامی (ممالک مشرقیہ) کی شاخ رانچی نے یہ طے کیا کہ ان کے اعزاز وتکرم میں ایک نشست کا انعقاد کیا جائے، اور وہ صدر رابطہ مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے زیر صدارت ہو، چنانچہ ۵/مارچ کو شام کے وقت گرونانک کمیونٹی ہال رانچی میں اس نشست کا اہتمام ہوا، جس کا عنوان دیا گیا "ایک شام کلیم عاجز کے نام" اس میں انہیں توصیفی سند، ایوارڈ اور نثر و نظم میں شعراء و منتظمین نے نذرانہ عقیدت پیش کیا جس میں ان کی ادبی وشعری خدمات وامتیازات کا کھل کر اعتراف کیا گیا، اس کے ساتھ ان کے زہد واخلاق اور داعیانہ کردار کو بھی خراج عقیدت پیش کیا گیا، جس سے ان کی آنکھوں میں آنسو تو آئے مگر وہ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے تعریف سن کر ہماری طبیعت کا نشاط رخصت ہوجاتا ہے، پھر بھی انہوں نے اپنی قدیم ترین غزل جو ۵۹ سال قبل کہی تھی سنا ہی ڈالی جس کا ایک شعر ہے ؎

بستیاں درد والوں کی ویراں ہیں
نہ میزبان ہیں نہ مہماں ہیں

پھر ایک نئی غزل سنائی اور اسی پر بس کیا جس کے دو شعر ملاحظہ ہوں

یہ کس کو مل گئی بوتل شراب میر و آتش کی
خرد کے دور میں یہ نعرۂ مستانہ کس کا ہے
یہ کس نے داستانِ عشق رنگیں پھر سے کردی ہے
لہو کا بارگاہِ حسن میں نذرانہ کس کا ہے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے احساسات

اس یادگار نشست میں مختلف ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں نے جہاں اپنے تأثرات رکھے وہیں صدر جلسہ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے بھی اپنا تأثر پیش کیا، جس میں انہوں نے کہا کہ شاعری کا استعمال صحیح بھی ہوا ہے اور غلط بھی، اس سے لطف ولذت کا کام بھی لیا گیا ہے اور اصلاح وتربیت کا بھی، ہمارے ڈاکٹر کلیم عاجز صاحب کی شاعری میں اعلیٰ اخلاقی قدریں پائی جاتی ہیں، انہوں نے اپنے اشعار کے ذریعہ ملی خدمت اور انسانیت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا ہے، یہ حقیقت ہے کہ جب انسان اپنے تأثر کو سچے طریقے سے بیان کرتا ہے تو دوسرا انسان جو انہی احوال سے گزر رہا ہوتا ہے اسے بڑی تسکین وتقویت حاصل ہوتی ہے، لیکن وہ شاعری جس میں انسانی واخلاقی قدروں کا لحاظ نہ ہو وہ بہت ملے گی مگر وہ بے سود ہے، کلیم عاجز صاحب کی شاعری میں دوسروں کے احساسات کی ترجمانی ہے، انہوں نے بیتے ہوئے واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے کہ دل سے دل میں وہ احساسات منتقل ہوتے جاتے ہیں، یہ ایسی شاعری ہے جو باقی رہنے والی ہے، یہ قائم دائم رہتی ہے، ختم نہیں ہوتی، زمانہ گزرتا جائے گا اور قوت باقی رہے گی۔

مشہور نقاد وادیب پروفیسر ڈاکٹر احمد سجاد کا تأثر

پروفیسر ڈاکٹر احمد سجاد (سابق پروفیسر وصدر شعبہ اردو وڈین فیکلٹی آف ہومنیٹیز رانچی یونیورسٹی) نے اپنی جامع اور پرمغز خطاب میں ڈاکٹر کلیم عاجز صاحب سے نصف صدی سے زائد عرصہ سے اپنے تعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ کلیم عاجز صاحب نے اپنے وسعت مطالعہ اور تخلیقی وجدان کے سبب اپنے فکر وفن اور شعر ونثر کو فکر مغرب کی گمرہی اور بے راہ روی سے آزاد کر کے اسلامی فکر واقدار کے تابع کرلیا تھا، ترقی پسندی اور جدیدیت کے دور عروج میں موصوف نے ادبی فیشن زدگی سے خود کو آزاد رکھا کیونکہ وہ جانتے تھے کہ پچھلی دو صدیوں میں فکر مغرب پوری انسانیت کو نہ صرف گمراہ کیا بلکہ

آج جو "ظہر الفساد فی البر والبحر" کا منظر ہے وہ اسی کی دین ہے، اہل نظر سے یہ حقیقت پوشیدہ نہیں کہ دوصدی قبل ڈارون نے انسان کو حیوان مطلق ثابت کیا تو مارکس نے اسے شکم بدست قرار دیا، فرائیڈ نے تو انسان کو شہوت پرست گروانا، ایڈلر نے خود پرست تو میکڈوگل نے شہرت پسند اور ہیونگ نے توہماتی قرار دیا، نتیجتاً اشتراکیت اور جمہوریت جو ہجومیت میں بدل چکی ہے، اور نوسرمایہ داری نے گلوبلائزیشن کے ذریعہ پوری انسانیت کو جہنم زار میں جھونک دیا ہے، ان سب سے عاجز ہوکر ورلڈ سوشل فورم نے Another World is Possible (ایک دوسری دنیا ممکن ہے) کا نعرہ تو ضرور دیا ہے مگر مقرر موصوف کا کہنا یہ تھا کہ اسلام کے بغیر یہ ناممکن ہے کیونکہ اس وقت سارے جہاں میں اسلام ہی کے پاس جو الہامی کتاب اور سنت نبوی کا قیمتی سرمایہ محفوظ ہے اسی نے حیات وکائنات کے تین حقائق (۱) خدا (۲) کائنات اور (۳) انسان کے درمیان باہمی تعلقات کو متوازن انداز میں پیش کیا ہے، پھر بنی نوع انسان کے تین رشتوں یعنی (۱) مرد کا تعلق عورت سے (۲) مرد کا تعلق مرد سے اور (۳) ایک فرد کا تعلق اپنے نفس سے کے درمیان متوازن رشتے کا حقیقی پیمانہ اسلام اور صرف اسلام کے پاس ہے، ان حقائق پر یقین واعتماد نے ڈاکٹر کلیم عاجز کی شاعری ہی نہیں نثر کو بھی ادبی وتخلیقی اعتبار سے دو آتشہ بنا دیا ہے جس پر تفصیلی تحقیق وتنقید کی ضرورت ہے۔

اس موقع پر رانچی کے علاوہ جمشید پور، اور دھنباد کے ارباب علم وادب نے بھی شرکت کی، مولانا آفتاب عالم ندوی دھنبادی اس تقریب کے داعی تھے اور انہوں نے کلیم عاجز صاحب کی شخصیت اور فن پر بڑا پرمغز مقالہ بھی پیش کیا، قبل ازیں سکریٹری رپورٹ مولانا واضح رشید حسنی ندوی مدظلہ کی جانب سے راقم نے پڑھ کر سنائی، مولانا ضیاء الہدیٰ اصلاحی نے کلمات تشکر ادا کئے، اور شریف احسن مظہری صاحب نے خطبۂ استقبالیہ پیش کیا۔

روانگی

۶/مارچ کو ظہر کے بعد لکھنؤ کے لیے روانہ ہونا تھا مگر اس سے قبل ملاقاتوں اور تبادلۂ خیال کا سلسلہ جاری رہا، پھر بھی مدرسۃ الشیخ ابن باز کی تقریب سنگ بنیاد میں شرکت رہ گئی اور حضرت مولانا مدظلہ کی جگہ مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری صاحب اور جناب الحاج شاہد حسین صاحب نے نیابت کی، مولانا عبدالواحد ندوی اس کے داعی تھے۔

روانگی سے قبل جناب شمشیر عالم صاحب کے مکان پر شہر رانچی کے عمائدین اور صحافی ملاقات کے لیے جمع ہوگئے تھے، اس موقع پر ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف مولانا انیس الرحمٰن صاحب قاسمی نے موجودہ عالمی حالات کے تناظر میں اتحاد واجتماعیت کی اہمیت پر تمہیدی گفتگو کرتے ہوئے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کی شخصیت وخدمات سے متعارف کرایا، اور ملت وسماج میں کام کرنے والوں کے لیے راہ عمل دکھانے کی گزارش کی، چنانچہ حضرت مولانا مدظلہ نے اپنے پرمغز خطاب میں ملی مفاد کو سامنے رکھ کر تمام کاموں کو انجام دینے کی نصیحت کی اور کہا کہ:

"قومی سطح پر خودغرضی نے بڑا نقصان پہنچایا، اسلام نے اس سلسلہ میں تعلیم دی تھی کہ جو اپنے لیے چاہو وہی دوسرے کے لیے چاہو، ایک دوسرے کے خیال سے اتحاد وجود میں آتا ہے اور یونٹ بنتی ہے، ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں سے کہنا ہے کہ تمام چیزوں میں پوری امت کا مفاد دیکھنے کا مزاج بنائیں، یہ نہیں کہ سارا بوجھ ایک اکیلے پر ڈال دیا جائے، بلکہ دوسرے بھی اس کا خیال رکھیں، لیکن آج حال اس کے برعکس ہے، ہمیں بورڈ کے سلسلہ میں تجربہ ہوتا رہتا ہے کہ ایک کام بورڈ نے کیا تو پھر کیا ہوا کہ جو مسئلہ آئے بورڈ ہی اس کو لے لے، دوسروں کو کچھ نہ کرنا پڑے، مختلف جماعتوں کا ہونا اچھی بات ہے، امت کے مفاد کو لے کر یہ الگ الگ کام کرتی ہیں تو یہ بات تقویت کا باعث ہوتی ہے اور کام جلدی جلدی انجام پاجاتے ہیں، البتہ خودغرضی کی بنا پر جو گروہ اور جماعتیں وجود میں آتی ہیں اس سے نقصان ہوتا ہے، پیش نظر امت کا ہی مفاد سامنے ہو، ہمارا تجربہ ہے کہ اس امت کے افراد دوسری امتوں کے بہ نسبت زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس امت کو علم دو ذریعہ سے ملا ہے، ایک دنیا کے وسائل وتجربات سے، دوسرا وحی الٰہی سے جب کہ دوسری امتوں کا رشتہ وحی الٰہی سے نہیں ہے، اس لیے مسلمانوں پر دوہری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

کلکتہ اور رانچی کے اس سفر کے آخری لمحات میں حضرت مولانا مدظلہ العالی کی اس چشم کشا ہدایت نے سبھوں پر گہرا اثر مرتب کیا، یہاں سے ہم روانہ ہوئے، امارت شرعیہ کا وفد کچھ دور تک ساتھ رہا اور ہم لوگ کانپور اور پھر کانپور سے اسی روز یعنی جمعہ کو لکھنؤ واپس ہوئے۔ مولانا واضح رشید حسنی ندوی، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری، مولانا معاذ احمد کاندھلوی، الحاج جناب شاہد حسین صاحب، الحاج جناب عبدالرزاق صاحب، مولوی محمد حسین قاسمی ندوی اور کاتب الحروف ہمراہ رہا۔

☆☆☆☆☆

مولانا محمد صدیق ندوی والحاج سید حسین حسنی کی وفات

ادارہ

مولانا محمد صدیق ندوی کا حادثۂ وفات

۱۰/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ۱۹/مارچ کو بدھ کے دن مولانا محمد صدیق ندوی مہتمم مدرسہ بدر العلوم سدھونہ رائے بریلی، صرف ایک دن کی بیماری کے بعد انتقال کرگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم رائے بریلی کے علاقہ بیا پور میں ۵۳ء میں پیدا ہوئے، اور دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم وتربیت حاصل کی، حفظ قرآن مجید مکمل کرنے کے بعد عالمیت کی تکمیل کی، پھر رائے بریلی میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے گاؤں سے متصل واقع مدرسہ ضیاء العلوم میں ان کی ہی زیر سرپرستی تعلیم وتدریس کی خدمت انجام دینے لگے، اور حسب موقع اپنے شیخ ومرشد حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی بھی خدمت کرتے، اور ان کاموں میں ہاتھ بٹاتے دوسری طرف مدرسہ ضیاء العلوم کی انتظامی ذمہ داری بحیثیت نائب مہتمم کے انجام دیتے، فقہ کی ابتدائی کتابیں مثلاً الفقہ المیسر اور قدوری اور دوسری کتابیں ان کے زیر تدریس رہیں، شفقت ومحبت کیساتھ اور مانوس کرکے پڑھانے میں ان کو خصوصیت حاصل تھی جس کے کئی نمونے سامنے آئے۔

۱۹۹۱ء تک مدرسہ ضیاء العلوم میں رہے، پھر مدرسہ بدر العلوم سدھونہ میں بحیثیت مہتمم کے خدمت انجام دینے لگے، اور دونوں اداروں کی خدمت کی مدت تیس سالہ رہی، اللہ تعالیٰ نے ان کو گوناگوں صلاحیتوں سے نوازا تھا، یہی وجہ تھی کہ اور بھی اداروں کے لیے وہ تقویت کا باعث بنے، دار العلوم ندوۃ العلماء کے بھی بعض کاموں میں انہوں نے دلچسپی لی، جو اچھے طریقے سے پورے ہوئے، وہ مخلصانہ طریقہ سے بے غرض ہوکر کام کرتے تھے، اور ان میں اپنے بڑوں کی مان کر چلنے کا جذبہ تھا جس پر وہ عمل پیرا ہوتے، وضعداری اور وفاداری ان کے نمایاں اوصاف تھے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں رفقائے درس میں مولانا محمد رضوان ندوی مرحوم سابق استاذ تفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء، اور مولانا سعید مرتضیٰ ندوی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

پسماندگان میں دو بیٹے ابوبکر صدیق اور محمد ثانی اور دو بیٹیاں ہیں، عمر تقریباً ۵۵ سال تھی، مدرسہ اصلاح المسلمین نواواں رائے بریلی کے احاطہ سے متصل تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی نے پڑھائی جو ان کے شاگردوں میں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے ساتھ انتہائی مغفرت ورحمت کا معاملہ فرمائے، اور پسماندگان کو صبر وتسلی دے۔ آمین

سید حسین حسنی کی وفات

دوشنبہ ۱۵/ربیع الاول ۱۴۲۹ھ مطابق ۲۴/مارچ ۲۰۰۸ء کو جامعہ نگر نئی دہلی میں جناب الحاج سید حسین حسنی صاحب دل کا دورہ پڑنے کے بعد جانبر نہ ہوسکے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہوگئے۔ اللّٰھم اغفرلہٗ وارحمہٗ رحمۃً واسعۃً وادخلہ فی جنت النعیم مع الابرار والمتقین۔

محترمی جناب سید حسین حسنی علیہ الرحمہ، حضرت مولانا ڈاکٹر سید عبدالعلی حسنی (سابق ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ) برادر اکبر حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہما اللہ کے نواسہ اور مخدوم گرامی جناب الحاج سید محمد مسلم حسنی صاحب (اطال اللہ بقاءہ وبارک فی حیاتہ) کے فرزند تھے ۱۹۴۹ء کے اواخر میں پیدا ہوئے، دار العلوم ندوۃ العلماء میں تعلیم حاصل کی، مولانا سید محمد حمزہ حسنی (ناظر عام ندوۃ العلماء)، مولانا محمد حسان نعمانی (فرزند حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ) اور مولانا محمد غزالی ندوی (مرکز تبلیغ نظام الدین نئی دہلی) ان کے رفقائے درس میں ہیں، بعض وجوہات کی بنا پر موصوف ندوۃ العلماء کے درجات عالمیت کی تکمیل نہ کرسکے لیکن الگ سے دینی مطالعہ جاری رکھا اور اپنے علم میں اضافہ کرتے رہے، مطالعہ کے وہ حد درجہ شوقین تھے اور دوسروں کو بھی مطالعہ پر ابھارتے اور انہیں کتابیں فراہم کرتے۔

دہلی میں ان کا قیام ۲۷-۲۸ سال سے تھا، جہاں وہ سعودی سفارت خانہ سے وابستہ رہے، دہلی میں جب جب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تشریف لاتے، تو یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے، اور ان کی شفقتیں حاصل کرتے، ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء، اور حضرت مولانا واضح رشید حسنی ندوی معتمد تعلیم ندوۃ العلماء نے ان کی رہائش گاہ واقع ابوالفضل انکلیو اوکھلا کو اپنا مستقر بنالیا تھا، ان حضرات کے آرام کی وہ حد درجہ فکر کرتے، اس طرح ان کا گھر علماء وقائدین اور دعوتی وملی کام کرنے والوں کا ان دنوں مرکز بن جاتا اور وہ سبھی کا دل کھول کر استقبال کرتے۔

غیر مسلموں میں اسلام کے تعارف کا کام کام کرنے والوں سے وہ بڑی محبت رکھتے اور ہر ایک کی خیرخواہی کا جذبہ رکھتے تھے، اس معاملہ میں ان کا دل خاندانی، جماعتی، علاقائی عصبیت سے خالی تھا۔ معاملات کی صفائی اور حقوق العباد کی ادائیگی میں وہ ممتاز تھے، گفتگو میں نرم لہجہ رکھتے جبکہ مختلف مسائل میں ان کی اپنی رائے ہوا کرتی تھی۔ والدین کے فرمانبردار رہے اور ان پر کچھ بوجھ نہ بنے، بڑے چھوٹے کا خوب لحاظ رکھتے۔

ایثار، غمخواری، مساوات، رحم دلی، مہمان نوازی اور تعاون دینے کا جذبہ ان میں خوب پایا جاتا تھا۔ صحت ایسی نہیں تھی کہ ڈر ہوتا وہ اتنی جلدی داغ مفارقت دے جائیں گے، ایک ہفتہ پہلے آنکھ کا آپریشن کرایا جس کے بعد وہ مضمحل رہنے لگے، بالآخر قلبی دورہ کے نتیجہ میں انہوں نے وفات پائی، ۵۸ سال عمر ہوئی، تدفین آبائی قبرستان تکیہ کلاں دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی میں علماء ومشائخ کے جوار میں ہوئی، نماز جنازہ ان کے عم معظم وخال محترم مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ نے ایک بڑے مجمع کو پڑھائی۔

پسماندگان میں والد ماجد (دامت برکاتہ) اور بہن بھائیوں کے علاوہ اہلیہ محترمہ اور تین صاحبزادیاں ہیں، جن میں بڑی صاحبزادی مفتی مسعود حسن حسنی ندوی معاون مفتی دار العلوم ندوۃ العلماء کی اہلیہ ہیں جو کہ ان کے بھتیجے بھی ہیں۔

☆☆☆☆☆

رسید کتب

م.ح.ح.

نام کتاب: شیطانی وساوس اور صراط مستقیم
مؤلف: مولانا حافظ محمد رزین اشرف ندوی
ناشر: ۹۲ ریسما منزل، توپ خانہ مسجد، شیوا جی نگر، پونے۔۵

۲۸۰ صفحات کی کتاب ڈھائی سو روپے کی ہے، جس میں شیطانی وساوس سے متعلق احادیث کا اچھا انتخاب مصنف نے بڑی عرق ریزی سے پیش کیا ہے اور احادیث کی ہی روشنی میں اس سے حفاظت کا راستہ بھی متعین کردیا ہے، شیطان آدمی کو گمراہ کرنے اور شکوک وشبہات میں مبتلا کرنے کے لیے جو طریقے اختیار کرتا ہے ان کا ان سے تعین ہو جاتا ہے، بڑا مفید کام مصنف نے انجام دیا ہے، ندوۃ العلماء کے فضلاء میں ہیں، پونا میں جامعہ نظامیہ کے شیخ الحدیث ہیں، کتاب پر مقدمہ حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ کا ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: حج وعمرہ کی دعائیں مع اردو میں آسان دعائیں (مومن کا ہتھیار)
انتخاب وترتیب: مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری
ناشر: مکتبہ ابن کثیر، گولڈ بیچ ۴۵/۲۲۵، بلاسیز روڈ، شاپ نمبر ۸، ناگپاڑہ، ممبئی

۱۴۰ صفحات کی یہ کتاب ۳۵ روپے کی ہے، جس میں دعاؤں کا اچھا انتخاب دے دیا گیا ہے، مصنف ایک مقبول داعی الی اللہ ہیں اور ترجمان جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری کے جانشین ہیں، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کے مجاز بیعت وارشاد ہیں، بارک اللہ فی حیاتہ واعمالہ۔

صبح وشام کی دعائیں، روزمرہ کی دعائیں، مختلف احوال وامراض اور پریشانیوں کی دعائیں شامل ہیں۔

نام کتاب: زاد مومن
نام مؤلف: مولانا شاہ منیر احمد صاحب
ناشر: ادارۂ فیض حلیمی، پرائڈ آف کالینا بلڈنگ نمبر ا، بی ۳۱۸/۳۱۹، کالینا، ممبئی

جناب مولانا شاہ منیر احمد صاحب ممبئی کے معروف علماء ومشائخ میں ہیں جن کی ذات گرامی سے لوگوں کو بڑا نفع پہنچ رہا ہے، انہوں نے دستور حیات کے طور پر اذکار واوراد، ہدایات وتوجیہات کا ایسا گلدستہ تیار کیا ہے جو مومن کے لیے بہترین زادراہ ہے، زاد مومن نام ہے، قیمت ۸۰ روپے ہے، صفحات ۳۴۴ ہیں۔

☆☆☆

نام کتاب: بکھرے موتی
مرتبہ: مولانا نیاز احمد ندوی بستوی
ناشر: مکتبہ اسلام، گوئن روڈ، لکھنؤ
صفحات: ۸۰، قیمت: ۱۵ روپے

مصنف نے بچوں کے لیے اور عام مسلمانوں کے لیے عقائد وایمانیات اور سیرت پاک سے متعلق سوال وجواب کی صورت میں سادہ انداز میں ضروری معلومات فراہم کی ہیں، روزمرہ کی دعائیں اور چالیس مختصر حدیثیں بھی جمع کردی ہیں، گویا چن چن کر موتی ایک ہار میں پرودیئے ہیں، "بکھرے موتی" نام ہے، ان موتیوں کا ہر گھر میں ہونا ضروری ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: اذکار الصباح والمساء
مرتب: حافظ نعمان بن عبدالمنان
ناشر: خانقاہ بدریہ، مکۃ المکرمہ
صفحات: ۲۳۵۔

انجینئر الحاج عبدالمنان صاحب پشاوری کے فرزند حافظ نعمان صاحب نے اس میں صبح وشام کی مسنون دعاؤں کو جمع کیا ہے، مزید اسماء حسنیٰ، نمازوں، اوقاتی سورتوں کا بھی ذکر کیا ہے، اور دعاء برائے حفظ قرآن، مناجات مقبول اور اچھی زندگی گزارنے کا دستور العمل بھی دے دیا گیا ہے۔ مرتب کے والد حرم مکہ میں انجینئر ہیں اور ایک معروف مرشد بھی ہیں۔

☆☆☆

نام کتاب: شفائے دل
از: مولانا محبوب احمد ندوی بن حضرت مولانا قمر الزماں صاحب الہ آبادی
ناشر: مکتبہ دار المعارف، بی ۶۳۹، وصی آباد، الہ آباد یوپی

دکتور احمد فرید کا رسالہ تزکیۃ النفوس سامنے آیا جس کا یہ ترجمہ ہے، جس میں نیت اخلاص، ذکر وتلاوت، دعا، تہجد، درود وسلام، زہد، محاسبۂ نفس، صبر وشکر، توکل، خوف وخشیت، توبہ واستغفار کی اہمیت، ضرورت اور اس کے نتائج وثمرات سے بحث کی گئی ہے، ساتھ میں امام غزالی کی تبلیغ دین (ترجمہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی) کی تلخیص اخلاق مذمومہ کے نام سے حضرت مولانا محمد قمر الزماں صاحب الہ آبادی کے قلم سے شامل کردی گئی ہے، جس میں ریا، کبر، حرص وطمع، خود پسندی، حسد، غصہ، بخل، شہرت چاہی، فضول گوئی، غیبت، جھوٹ کے نقصانات بتائے گئے ہیں، کتاب کا اب دوسرا ایڈیشن آنے کو ہے، بڑا گرانقدر کام ہے۔

☆☆☆

نام کتاب: تلخیص تاریخ دعوت وعزیمت
بقلم: مولانا زبیر فضل ربی ندوی (کراچی)
ناشر: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، ناظم آباد، کراچی

۱۶۵ صفحات کی یہ کتاب تاریخ دعوت وعزیمت کی تمام جلدوں اور سیرت سید احمد شہید وسوانح مولانا الیاس اور ان کی دینی دعوت کی جامع تلخیص ہے اور اسلام کی پندرہ سو سالہ تاریخ ہے، اس طرح دریا کو کوزے میں بند کرنے کا کام انجام دیا گیا ہے، مرتبہ اور ناشر دونوں ہی مبارک باد کے مستحق ہیں، اسکول ومدارس کے طلبہ کے لیے بڑی مفید چیز ہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۵ پر)

پروپرائٹر: ولی اللہ
Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
WALIULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver & Diamond Jewellery
ولی اللہ جویلرس
Jutey wali Gali, Aminabad, Lucknow

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956
حرمین ٹریڈرس
محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکیسٹ
النخیل یو اے ای کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ
حرمین بک ڈپو
پرفیومس النخیل دوبئی
شہر لکھنؤ U.A.E. کے مختلف عطریات سے معطر
• کھوبانی سرمہ • روغن بلسن • عطریات
دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی۔ این۔ ورما روڈ، امین آباد، لکھنؤ

ممبئی کے قارئین کی حدمت میں
ممبئی کے قارئین "تعمیر حیات" سے گزارش ہے کہ "تعمیر حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں، وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔
ALAUDDIN TEA
44, Haji Building S. V. Patel Road
Null Bazar, Mumbai-400003
Tele: Add Cupkettle
Ph: 23460220-23468708

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow.
Mob: 9415001207-9335726377

CAFE FIRDOS
فردوس کیفے
Partly Air Conditioned
MOGHALAI & CHINESE FOOD
Tel: 23424781-23459921
145, Sarang Street, Crawford Market, Mumbai-400003

Mohd. Irfan Mob. 9305672501
ARHAM
MEN'S WEAR
Specialist
Sherwani, Jodhpuri Designing Suits
KOREY WALI GALI, NEAR USMANIA MASJID
PATANALA, LUCKNOW

Contact:
Mr. M. Afaq : 9919035087
Mr. M. Imran : 9415757256
Mr. Zeeshan : 9336726156
Phone: (S) 2616946 (R) 2627443
ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
قابل بھروسہ برانڈ
menmark®
Ultimate Men's Clothing
MFG, Wholesale, Export & Retail
58, Halwasia Market, Hazratganj, Lucknow. -226001

R. U. Khan ace Ph: 09335810078 09415001164
Label World
لیبل ورلڈ
Manufactures quality Woven Labels
ہر طرح کے کمپیوٹرائزڈ ووین لیبل
پرنٹیڈ لیبل کمپیوٹرائز امبرائڈری کے لئے
3, Vidhan Sabha Marg, Hazratganj, Lucknow-01 (U.P.) India
Ph: +91-522-2623625 E-mail: riyazwise@gmail.com